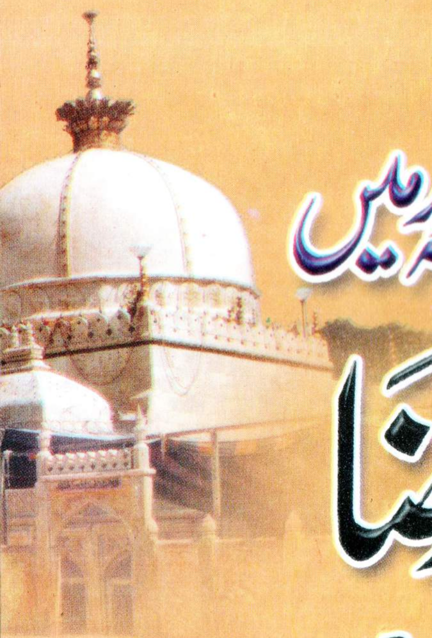

بارگاہ خواجہ ہند میں

امام احمد رضا کی حاضری

یٰسٓ اختر مصباحی

رضا اکیڈمی

اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔(سورۃ المجادلہ،آیت ۲۲)

یہ اللہ کی جماعت ہے۔سن لو: اللہ کی جماعت ہی کامیاب ہے۔

بارگاہِ خواجۂ ہند میں

امام احمد رضا کی حاضری

مؤلف

یٰسٓ اختر مصباحی

بانی وصدر دارالقلم، ذاکر نگر، نئی دہلی ۲۵

بانی رکن المجمع الاسلامی، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی

موبائل: 09350902937

طابع و ناشر

رضا اکیڈمی، ممبئی

52، ڈونٹاڈ اسٹریٹ، ممبئی ۹

فون: 022-66342156-66659236

Website:Raza Academy.com

اَلَا اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ (سورۂ یونس، آیت ۶۲)

سن لو: بے شک، اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم۔

سلسلۂ اشاعت (۶۴۳)

کتاب	....	بارگاہِ خواجۂ ہند میں امام احمد رضا کی حاضری
مؤلف	....	یٰس اختر مصباحی
زیر اہتمام	....	دار القلم، ذاکر نگر، نئی دہلی۔ ۲۵
طبع اول	....	۱۴۳۱ھ/۲۰۱۰ء
کمپوزنگ (۲۰۱۰ء)	....	محمد شمس الدین بستوی مصباحی
صفحات	....	ایک سو بارہ (112)
قیمت	....	چالیس روپے (-/40)

بفیضان کرم

مفتیِ اعظم ہند مولانا الشاہ محمد مصطفیٰ رضا قادری

برکاتی نوری بریلوی قدس سرہ

طابع و ناشر

رضا اکیڈمی، ممبئی

52، ڈونٹاڈ اسٹریٹ، ممبئی ۹

فون: 022-66659236-66342156

Website:Raza Academy.com

فہرست

۱	.... صدائے روح پرور	۴
۲	.... نذرِ خواجۂ ہند	۱۲
۳	.... سلطان الھند خواجہ معین الدین چشتی اجمیری	۱۶
۴	.... تصوف وطریقت اور خدمتِ خلق	۴۶
۵	.... ملفوظات وارشاداتِ مشائخ چشت	۵۲
۶	.... وہ آستانہ جہاں شاہ بھی غلام بنے	۸۰
۷	.... بارگاہِ خواجۂ ہند میں امام احمد رضا کی حاضری	۸۶
۸	.... مناقبِ خواجۂ ہند	۱۰۸

بسمِ اللّٰہ الرحمٰنِ الرحیم

صدائے روح پرور و دل نواز

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن حکیم میں ارشاد فرماتا ہے:

فَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ رَبَّنَا اٰتِنَافِی الدُّنْیَاوَمَالَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ۔وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ (سورۂ البقرہ۔آیت ۲۰۰و۲۰۱)

اور کوئی یوں کہتا ہے کہ: ہمارے رب ہمیں دنیا میں دے اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔اور کوئی یوں کہتا ہے کہ: اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور ہمیں آخرت میں بھلائی دے۔اور ہمیں عذابِ دوزخ سے بچا۔

حسناتِ دین ودنیا کی دعا وطلب مرضیاتِ الٰہی میں شامل ہے اور اسلام دین ودنیا دونوں کا جامع ہے۔وہ حکم دیتا ہے کہ ہر صاحبِ ایمان، ارکان وفرائض وواجباتِ اسلام پر عمل کرتے ہوئے اپنی دنیا وعاقبت دونوں کی صلاح وفلاح کا ہر لمحہ اور ہر قدم پر خیال رکھے۔اِخلاصِ نیت اور خشیتِ ربانی سے اس کا دل معمور ہو، وہ دنیا میں رہ کر دنیاوی امور ومعاملات کی پاکیزگی کے ساتھ اپنی زندگی گذارے اور صبر وتوکل کے ساتھ ہمیشہ طالبِ مولیٰ رہے کہ یہی اس کا مقصدِ حیات اور اس کے حق میں معراجِ کمال ہے۔اسی کا نام شریعت ہے، اسی کا نام تصوف وطریقت ہے اور اسی کا نام حقیقت ومعرفت ہے۔یہی تزکیۂ نفس ہے، یہی تصفیۂ قلب ہے۔اسے ہی احسان وسلوک وعرفان اور اسے ہی عبادت وریاضت وجہاد ومجاہدہ کہا جاتا ہے۔جن کے ذریعہ منزلِ مقصود تک رسائی کی راہ کشادہ ہو جاتی ہے اور جن میں مصروف ومشغول ومنہمک حضرات کے لئے یہ وعدۂ خداوندی ہے کہ:

وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ۔ (سورہ: عنکبوت۔آیت ۶۹)

اور جن لوگوں نے ہماری راہ میں کوشش کی، انہیں ضرور ہم اپنی راہ دکھادیں گے۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ نیکی اور احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

تزکیہ واحسان وتصوف وطریقت اور عبادت وریاضت وجہاد ومجاہدہ ہر ایک کا رشتہ کتاب وسنت سے منسلک اور یہی وابستگی وربطِ خاص اُن کی کامیابی کی ضمانت ہے۔ ایک بہترین معیار ومقیاس جو رب تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمایا ہے وہ سنتِ رسول ہے۔ اس کے مطابق جو ذکر وفکر وقول وعمل ہے وہ مستحسن ومقبول ہے اور اس سنتِ رسول سے مزاحم ومتصادم جو کچھ بھی ہے وہ باطل ومردود ومخذول ہے۔

اسوۂ رسول ہر صاحبِ ایمان واسلام کے لئے کافی ہے اور اسی کی پیروی واِتباع کا ہمیں حکم دیتے ہوئے رب تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔

(سورہ احزاب۔ آیت ۲۱)

بے شک! اللہ کے رسول کا اُسوہ (نمونہ) تمہارے لئے سب سے بہتر ہے۔

فکر وعمل کے ہر مرحلہ اور ہر قدم پر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اُسوہ، آپ کی سنت، آپ کی عبادت، آپ کا اخلاق، آپ کا ارشاد اور صحابۂ کرام واھلِ بیتِ اطہار کی سنتوں کی اِقتدا واِتباع ہر حال میں لازم وضروری ہے۔ اور ان سے غفلت واِنحراف واضح بدنصیبی اور گمراہی کے سوا کچھ نہیں۔

وہ تصوف جو اسلام سے ہم آہنگ اور اس کا ہم رنگ ہے وہی تصوف مطلوبِ شرعی ہے اور ایسے ہی تصوفِ اسلامی کو عطرِ شریعت کہا گیا ہے۔ اس تصوف کو جاننے سمجھنے کے لئے علمِ دین ضروری ہے ورنہ گمراہی وبدمذھبی کا شدید خطرہ ہے۔

کوئی جاہل شخص صحیح معنیٰ میں صوفی کبھی نہیں ہوسکتا، کیوں کہ جاہل صوفی کو ''شیطان کا مسخرہ'' کہا گیا ہے۔ اور بعض صوفیۂ کرام جو بظاہر پڑھے لکھے نہیں تھے، انہیں اللہ تعالیٰ نے جب اور جس وقت جس حد تک تصوف وولایت سے نوازنا چاہا اس کے مطابق ان کے سینے کو علمِ دین سے آراستہ وروشن ومنور کردیا اور وہ صاحبِ علم لدنی ہوگئے۔ اس طرح وہ جاہل صوفی نہیں بلکہ درحقیقت عالم وعامل صوفی ومتبعِ شریعت وتصوف اور ان کے جامع وحامل تھے۔

اس تصوف وولایت وطریقت وحقیقت کو جاننے کے لئے ضروری ہے کہ ائمۂ تصوف کی

مستند کتب ورسائل کا مطالعہ اوران سے استفادہ کیا جائے۔بالخصوص یہ کتابیں ضرور مطالعہ کی جائیں۔

(۱) کتاب اللمع از شیخ ابونصر سراج طوسی (۲) رسالہ قشیریہ از ابوالقاسم عبدالکریم بن ھوازن قشیری (۳) فتوح الغیب از غوثِ اعظم سید عبدالقادر جیلانی بغدادی (۴) کشف المحجوب از شیخ علی ھجویری داتا گنج بخش لاہوری (۵) عوارفُ المعارف از شیخ شہاب الدین سہروردی۔

تصوفِ اسلامی اور ساتھ ہی جہادِ اسلامی دونوں اس وقت داخلی وخارجی محاذوں پر نبرد آزما اور خطرات کی زد میں ہیں۔داخلی سطح پر کچھ لوگ تصوف کالبادہ اوڑھ کر خلقِ خدا کو دھوکہ دینے اور کچھ لوگ جہاد کے نعرے لگا کر خلقِ خدا کی اذیت وبربادی کا بلکہ اسلام واہلِ اسلام کی بدنامی کا سبب بن رہے ہیں۔خارجی سطح پر (بلکہ ایک حد تک داخلی سطح پر بھی) بھی تصوف اور جہاد کی بنیاد ہی پر سوالیہ نشان لگانے اور انھیں کالعدم یا بے اثر قرار دینے پر کچھ اسلام دشمن عناصر اور باطل قوتیں کمر بستہ اور سرگرم عمل ہیں۔

تاریخ کا یہ عجیب المیہ ہے کہ یورپ وامریکہ کے اربابِ علم وقلم اور اصحابِ حکومت واقتدار یہودی لابی کی قیادت میں اسلام کے خلاف عہدوحالات کے مطابق حربے آزماتے رہتے ہیں اور اس پر حملے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔

تقریباً ڈیڑھ صدی پیشتر جب فرانس ودیگر یورپی ممالک نے مراکش والجزائر ولیبیا وغیرہ پر اپنے شکنجے کسنے اور انہیں اپنے زیرنگیں لانے کی سازش وکوشش کی تو وہاں کی متعدد خانقاہوں اور ان کے درویشوں نے جم کر مسلح طور پر ان ظالم وغاصب قوتوں کی مزاحمت ومقاومت میں اپنی جان کی بازی لگادی تھی اور ان کے چھکے چھڑا دیے تھے۔اس صورتِ حال سے نمٹنے کا حل ان استعمار پسند طاقتوں نے یہ نکالا کہ تصوف وصوفیہ اور خانقاہی نظام پر علمی وفکری حملے کرکے انہیں دنیا کے سامنے ذلیل ورسوا کرنے کی خوفناک مہم چلائی اور تصوف کو اسلام سے الگ اور اس کے مقابل ومتوازی نظام بنا کر پیش کرنے اور مسلمانوں کے درمیان سے اس کے اثرات زائل کرنے کی جان توڑ کوشش کی تاکہ وہ اپنے مذموم اِستعماری مقاصد میں کامیاب ہوسکیں۔

اس مہم کا ایک مکروہ حصہ یہ بھی ہے کہ وہاں کے ایک جنگ جُو اور طاقت ور قبیلہ "بربر" جو یورپی ظالموں کے عزائم خاک میں ملانے کا جذبہ وحوصلہ رکھتا تھا اور کئی محاذوں پر اس مسلم قبیلہ نے استعماری طاقتوں کو دھول چٹادی تھی اسے پروپگنڈہ مہم کے ذریعہ اس حد تک بدنام کیا کہ درندگی وبہیمیت کو "بربریت" کا ہم معنیٰ قرار دیا اور دنیا آج بھی اس پروپگنڈہ کے اثرات سے اس

حدتک متأثر ہے کہ خود مسلمان بھی اس استعماری اصطلاح ''بربریت'' کا بے دھڑک استعمال کر کے ان بربر مجاہدین کی روح کو تڑپا رہے ہیں اور انہیں اس کا شعور واحساس بھی نہیں ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ان افریقی ممالک کے سرفروش مسلم مجاہدین اور درویشوں کے خلاف مہم چلانا اور انہیں رسوا وبدنام کرنا جس طرح صہیونی وصلیبی طاقتوں کا ایک سیاسی حربہ تھا اور ایک گھناؤنی سازش تھی جس کا شکار انہوں نے پوری دنیا کو بنالیا، کچھ ایسا ہی حال بلکہ وہی پرانی تاریخ ایک دوسری شکل میں آج بھی دہرائی جارہی ہے۔

یہودی لابی کی قیادت میں پہلے تو افغانستان میں امریکہ وبرطانیہ کے تعاون سے جذبۂ جہاد کو اچھالا گیا اور زوالِ روس کے بعد عالمی سطح پر جہاد کو نشانہ بنا کر اسلام کے خلاف ایک مہم چھیڑی گئی۔ بنیاد پرستی، اسلامی بنیاد پرستی، دہشت گردی، اسلامی دہشت گردی جیسی اصطلاحیں وضع کر کے دنیا میں ایک ایسا بحرانی اور ہیجانی ماحول بنایا گیا کہ اس کی نظیر ماضی کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ اگرچہ اس حربہ اور الزام کی قدیم اصل یہی پروپگنڈہ ہے کہ ''دنیا میں اسلام تلوار کے زور پر پھیلا''۔

اب دہشت گردی کے اپنے ہی بوئے ہوئے بیج اور تیار کردہ کاشت سے گھبرا کر سازشی طور پر تصوف کے دامن میں پناہ لینے کی منصوبہ بندی کر کے تصوف اور صوفیہ پر سمینار وکانفرنس اور لٹریچر کا سلسلہ شروع کر دیا گیا ہے۔ اور اس کا اصل مقصد اپنی بین الاقوامی دہشت گردی کی طرف سے توجہ ہٹا کر جہادِ اسلامی کو نشانہ بنانا ہے۔

یعنی جہاد اور تصوف دونوں کو ان اسلام دشمن عناصر نے بازیچۂ اطفال سمجھ رکھا ہے کہ جب جس سے طبیعت بہل سکے اس کا استعمال کرتے رہیں۔ جب کہ انہیں جہاد یا تصوف نہیں بلکہ اپنے سیاسی اغراض ومقاصد سے دل چسپی ہے کہ کب اور کس طرح اسلام واہل اسلام کو مطعون ومجروح اور رسوا وبدنام کیا جائے۔

حقیقتِ حال یہ ہے کہ تصوف وجہاد دونوں اپنی اپنی جگہ بالکل صحیح اور درست ہیں اور اہل اسلام کو دونوں کی ضرورت ہے۔ شرائطِ جہاد مکمل ہوں تو جہاد ایک اہم فریضۂ اسلامی ہے اور حکم واتباعِ شریعت پر مشتمل تصوف ہر مسلمان کی ہمہ وقتی ضرورت ہے۔ ان دونوں حقیقتوں پر خود اکابر صوفیہ ومشائخِ کرام کی تعلیمات وہدایات اور ان کی پاکیزہ وسرگرم زندگی شاہدِ عدل ہے۔

یورپی وامریکی پروپگنڈہ مہم سے خیر کا ایک بڑا روشن وتابناک پہلو سامنے آیا ہے کہ حقیقتِ حال کی تلاش میں بے شمار تعلیم یافتہ یورپی وامریکی مرد وعورت قرآنِ حکیم اور تعلیماتِ اسلام

کا مطالعہ کر کے بڑی تعداد میں ان سے متأثر ہو رہے ہیں اور قابلِ لحاظ تعداد میں مسلمان بھی ہو رہے ہیں۔اس نقطۂ نظر سے تصوف کی طرف ان کے رجوع و رغبت کو فالِ نیک قرار دیا جاسکتا ہے۔اور صحیح طور پر انہیں اسلام کا پیغام پہنچایا جائے اور تعلیماتِ تصوف سے انہیں روشناس کرایا جائے تو اس کے بہت سے فوائد وثمرات برآمد ہو سکتے ہیں اور یورپ وامریکہ کی پیاسی انسانیت اور تڑپتی روح کو اسلام کے چشمۂ صافی وآبِ حیات سے سیرابی اور امن وسکون کی دولت میسر آسکتی ہے۔لَعَلَّ اللّٰهَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْراً۔

اسلامی روح اور حکمِ شریعت پر مشتمل تصوف امنِ عالم کا ضامن ہے اور صوفیہ ومشائخ کرام نے اپنے اخلاق وکردار وتعلیمات سے امن وسلامتی کا ہر دور میں پیغام دیا ہے۔اس تصوف کی طرف اگر قلبی رجوع ہو تو یہ ایک بہت خوش آیند صورتِ حال ہو سکتی ہے۔اور ہمیں اس کا خیر مقدم کرنا چاہیے۔

اب آیئے ہندوستان کے تیرہ وتاریک ماحول میں شمعِ اسلام کا اُجالا پھیلانے میں عطائے رسول خواجۂ ہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کی جلیل القدر خدمات اور ان کے برپا کردہ روحانی انقلاب کو سمجھنے کے لئے مصنفِ سیر الاولیا کی یہ بلیغ اور جامع تحریر ملاحظہ فرمایئے:

(ترجمہ) ہندوستان کے کنارۂ مشرق تک کفر وکافری وبت وبت پرستی کا دیار تھا۔یہاں کے اہلِ عصیان وطغیان انـا ربکم الاعلیٰ کا دعویٰ کر رہے تھے۔اور خدا کی ذات وصفات میں دوسروں کو شریک کر رہے تھے۔

اینٹ، پتھر، گھر، درخت، جانور، گائے، گوبر ہر ایک کو سجدہ کرتے تھے۔ظلمتِ کفر سے ان کے دل تاریک اور مقفل ہو گئے تھے۔حکمِ دین وشریعت سے سب کے سب غافل اور خدا اور رسول سے بے خبر تھے۔نہ کوئی سمت قبلہ سے واقف تھا نہ ہی کسی نے اللّٰہ اکبر کی آواز سنی تھی۔

آفتابِ اہلِ یقین جو درحقیقت معین الدین تھے ان کی اس ملک میں تشریف آوری سے اس ملک کی ظلمت وتاریکی ختم ہو کر نورِ اسلام سے یہ سرزمین روشن ومنور ہو گئی۔

از تیغِ او بجاے صلیب وکلیسیہ
دردارِ کفر، مسجد و محراب ومنبراست
آں جا کہ بود نعرہ و فریادِ مشرکاں
اکنوں خروشِ نعرۂ اللّٰــــہ اکبر است

اس ملک میں جو بھی مسلمان ہوااور قیامت تک جو بھی دولتِ اسلام سے مشرف ہوگا۔صرف وہ نہیں بلکہ اس کی اولاد اور نسل میں سے جو بھی مسلمان ہے اور ہوگا۔سب کا ثواب ان (خواجہ معین الدین چشتی) کے نامۂ اعمال میں ہوگا۔(سیر الاولیاء)

ہندوستان کے عظیم المرتبت محدث، جلیل القدر عالمِ دین، متبعِ سنت عاشقِ رسول اور گیارہویں صدی ھجری کے مجدد شیخ الھند حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی (ولادت محرم ۹۵۸ھ/۱۵۵۱ء۔وصال ربیع الاول ۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء) عطاے رسول، سلطان و خواجۂ ہند، سالارِ چشتیاں حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی اجمیری (ولادت ۵۳۷ھ/۱۱۴۲ء/ وصال ۶/رجب ۶۳۳ھ/ مارچ ۱۲۳۶ء) خلیفۂ اعظم حضرت خواجہ عثمان ھارونی کے تعارف و تذکرہ میں تحریر فرماتے ہیں:

آپ ہندوستان میں مشائخِ کبار کے سرحلقہ اور سلسلۂ چشتیہ کے بانی ہیں۔بیس سال تک سفر و حضر میں خواجہ عثمان ھارونی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مصروف و منہمک رہے۔آپ کے سامان اور سونے کے لباس وغیرہ کی نگرانی کیا کرتے تھے۔طویل خدمت و ریاضت کے بعد خواجہ عثمانی ھارونی نے آپ کو نعمتِ خلافت سے نوازا۔

آپ پتھورا (پرتھوی راج چوہان) کے دورِ حکومت میں اجمیر (ہندوستان) تشریف لائے اور عبادتِ الٰہی میں مشغول ہوگئے۔پتھورا اس زمانے میں اجمیر میں ہی مقیم تھا۔

ایک روز رائے پتھورا نے آپ کے کسی مسلمان عقیدت مند کو کسی وجہ سے ستایا۔وہ بے چارہ فریاد لے کر آپ کے پاس پہنچا۔آپ نے اس کی سفارش میں رائے پتھورا کے پاس ایک قاصد بھیجا لیکن اس نے آپ کی بات قبول نہ کی اور کہنے لگا:

''یہ شخص یہاں آکر بیٹھ گیا ہے اور غیب کی باتیں کرتا ہے''

جب خواجہ اجمیری کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ:

''ہم نے پتھورا کو گرفتار کر کے حوالہ کیا''

اسی زمانے میں سلطان مُعز الدین سام عُرف شہاب الدین غوری کی فوج غزنی سے پہنچی۔پتھورا لشکرِ اسلام سے مقابلہ کے لئے میدان میں آیا اور سلطان معزالدین کے ہاتھوں گرفتار ہوگیا۔اسی تاریخ سے اسلام پھیلا اور کفر کی جڑیں کٹ گئیں۔

مشہور ہے کہ خواجہ اجمیر رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد آپ کی پیشانی پر یہ نقش ظاہر ہوا۔

ماتَ حبيبُ اللهِ فی حُبِّ اللهِ۔

اللہ کا حبیب، اللہ کی محبت میں دنیا سے گیا۔

بعض کے نزدیک حضرت خواجہ کی وفات ۶؍رجب ۶۳۳ھ اور بعض کے نزدیک ماہِ ذی الحجہ میں ہوئی لیکن پہلا قول صحیح ہے۔

اجمیر میں جہاں آپ کی اقامت تھی وہیں آپ کا مزار بنا۔

(اخبارالاخیار، مؤلفہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی، مطبوعہ پاک و ہند)

خواجۂ ہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیاتِ مبارکہ صرف تصوف و طریقت نہیں بلکہ کتاب و سنت کی شارح و ترجمان تھی۔ لباسِ فقر و تصوف میں آپ علمِ دین و عملِ صالح کی سراپا تصویر اور جامعِ شریعت و طریقت تھے۔ یہی وجہ ہے کہ بت کدۂ ہند میں آپ نے اپنی حکیمانہ دعوت و تبلیغ سے شمعِ ایمان و اسلام فروزاں کیا اور لاکھوں کفار و مشرکین آپ کے دستِ حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوکر اسلام کے سایۂ رحمت میں آگئے۔ آپ کی مسیحا نفسی نے مردہ دلوں کو زندگی بخشی اور ہندوستان کے طول و عرض میں ایمان کی بادِ بہاری چلنے لگی۔

خلقِ خدا کے لئے آپ کی زندگی جس طرح فیض بخش تھی اسی طرح بعدِ وصال بھی آپ کا فیضان جاری ہے اور آپ کا مرقدِ مبارک اہلِ توفیق و سعادت کے لئے ہمیشہ فیض بار اور باغ و بہار رہا ہے۔

چنانچہ سرزمینِ ہند کے نامور فقیہ و مفتی، مفسر و محدث، عاشقِ رسول اور چودھویں صدی ہجری کے مجدّد امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی (وصال ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) بارگاہِ الٰہی میں اِجابت و قبولِ دعا کے مقاماتِ مقدسہ کی نشان دہی کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''مرقدِ مبارک حضرت خواجہ غریب نواز معین الحق والدین چشتی قدس سرہ''

(ص ۵۹۔ ذیل المدعا الاحسنِ الدعا۔ مؤلفہ امام احمد رضا بریلوی۔ مطبوعہ۔ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

گویا مرقدِ چشت کی یہ روح پرور صدا اور صلائے عام امام احمد رضا بریلوی[۱] سن رہے تھے کہ:

حاشیہ: (۱) امام احمد رضا بریلوی کی دینی خدمات کا جس طرح یہ پہلو نہایت اہم ہے کہ انھوں نے سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت کے مسلسل و متوارث عقائد و افکار و نظریات کی تائید و حمایت میں اپنی پوری زندگی صرف کردی اور سنیت و حنفیت کا تحفظ و دفاع ان کی اولین ترجیح تھی وہیں آپ کی خدمات کا یہ پہلو بھی نہایت روشن و تابناک ہے کہ بھی جائز معمولاتِ اہل سنت و مراسمِ خانقاہی کو اپنے وفورِ علم اور زورِ قلم سے فکری و استدلالی قوت و توانائی بخشی۔

آپ نے اپنے سینکڑوں فتاویٰ کے ذریعہ بھی جائز سنی معمولات اور خانقاہی مراسم کو علمی آب و تاب کے ساتھ نہ صرف یہ کہ ثابت کیا بلکہ وھابیہ و غیر مقلدین و منکرین و مخالفینِ تصوف و طریقت کے ناروا حملوں کا بھی مقابلہ کرکے انھیں پسپا ہونے پر مجبور کردیا۔ مصباحی۔

نشانِ منزلِ مقصود ہے مری تربت
نشاں یہ چھوڑتا ہوں اہلِ کارواں کے لئے

محسوس یہ ہوتا ہے کہ گوشِ ہوش سے کچھ ایسی ہی صدا ناشرِ رضویات الحاج محمد سعید نوری (بانی رضا اکیڈمی، ممبئی) نے بھی سُنی اور اپنے ذوق وظرف کے مطابق انھیں کی خواہش ودعوت وطلب پر یہ تحریری سوغات بارگاہِ خواجۂ ہند میں پیش کی جاری ہے جس میں امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی کے برادرِ عزیز مولانا حسن رضا بریلوی کا یہ یقین واذعان بھی شامل ہے کہ:

خواجۂ ہند وہ دربار ہے اعلیٰ تیرا
کبھی محروم نہیں مانگنے والا تیرا

بارگاہِ خواجۂ ہند میں یہ نذرانۂ عقیدت قبول ہو۔ بس یہی آرزو اور تمنا ہے۔

کاش وہ کرلیں قبول اس تحفۂ ناچیز کو
پھول کچھ ہم نے چُنے ہیں ان کے دامن کے لئے

نسأل اللہ الخیر والتوفیق وبہٖ نستغیث۔ وھو المؤفق والمستعان۔ وھو بکل شيٍ علیم وعلیٰ کل شيٍ قدیر۔

یٰسٓ اختر مصباحی
بانی وصدر دار القلم، ذاکر نگر، نئی دہلی ۲۵
موبائل: 09350902937

مؤرخہ
یکم رجب المرجب ۱۴۳۱ھ
۱۵/جون ۲۰۱۰ء

☆☆☆

نذرِ خواجۂ ہند

ہر مسلمان کے لئے کتابِ الٰہی ایک مینارۂ نور اور سنتِ نبوی ایک سنگ میل ہے جس کی برکت سے وہ منزلِ مقصود تک رسائی حاصل کرتا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کا لمحہ لمحہ قرآن حکیم کی روشن تفسیر اور خلفائے راشدین وصحابۂ کرام واہلِ بیتِ اطہار رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کی پوری زندگی شمع ہدایت ہے جس کی روشنی میں امتِ مسلمہ صراطِ مستقیم پر گامزن رہ کر عبادت وطاعتِ الٰہی ورضائے خداوندی کی سعادتوں سے ہمکنار ہوتی رہے گی۔

صحابۂ کرام نے زندگی کے ہر میدان میں ایمان واسلام کو اپنا ہادی ورہنما بنایا۔ خلوت وجلوت وبزم ورزم میں جہاں بھی وہ رہتے اسلام کا عملی نمونہ پیش کرتے، اوران کی مقدس زندگیاں ہم سب کے لئے بے نظیر نمونۂ عمل ہیں۔ عبادت وریاضت، اخلاق وکردار، جہاد ومجاہدہ، صدقِ مقال، اکلِ حلال، صفائے نفس، تطہیرِ قلب، تزکیۂ باطن، دعوت وتبلیغ ہر شعبۂ دین ودنیا میں وہ اپنی مثال آپ ہوا کرتے تھے۔

صحابۂ کرام کے درمیان اصحابِ صفہ کے نام سے ایک ایسی جماعت بھی تھی جس کے بارے میں رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ارشاد گرامی ہے:

اے اصحابِ صفہ! تمہیں بشارت ہو۔ میری امت کے جو لوگ تمہاری صفات سے متصف ہوں گے اور برضا ورغبت ان صفات پر قائم رہیں گے وہ بلاشبہ جنت میں میرے ہم نشین ہوں گے۔ (حدیثِ نبوی)

صحابۂ کرام کے بعد تابعین میں جو نفوسِ قدسیہ اصحابِ تصوف کے لئے نمونۂ تقلید ہیں ان میں حضرت اویس قرنی یمنی وصال ۳۷ھ اور حضرت حسن بصری وصال ۱۱۰ھ مطابق ۷۲۸ء سرِ فہرست ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ان حضرات کے لئے تصوف یہی تھا کہ کتاب وسنت کی روشنی میں مرضیاتِ الٰہی کی طلب کی جائے۔ اور اپنی عبادت وریاضت وحسنِ اخلاق وکردار وخدمتِ حلق سے دنیا کو اسلام کی طرف مائل وراغب کیا جائے۔

دورِ تبع تابعین میں عبادت وزہدوورع میں اشتغال واستغراق رکھنے والے حضرات کو باضابطہ صوفی کے لقب سے یاد کیا جانے لگا۔جن میں صوفی ابوالہاشم کوفی وصال ۱۵۱ھ مطابق ۷۶۸ءسرِ فہرست ہیں۔

اب خشوع وخضوع کے ساتھ باضابطہ ذکر ومراقبہ کا دور شروع ہوگیا۔حضرت رابعہ بصریہ جونہایت عابدہ، زاھدہ، صالحہ اور مثالی مسلم خاتون تھیں، انہیں تصوف میں بلند مقام حاصل ہوا۔

حضرت بایزید بسطامی وصال ۲۶۱ھ مطابق ۸۷۵ء حضرت جنید بغدادی وصال ۲۹۷ھ مطابق ۹۱۰ء دورِ تبع تابعین کے عظیم مشائخ میں شمار کیے جاتے ہیں۔حضرت ابوبکر شبلی وصال ۳۳۴ھ مطابق ۹۴۹ء اپنے دور کے مشہور صوفی تھے۔

تصوف اور اصحابِ تصوف کا کارواں صبر وتوکل، فقر وغنا، ذکر ومراقبہ، اِخلاص وایثار، تطہیر وتزکیہ، تسبیح وتہلیل، ریاضت ومجاہدہ، خدمتِ خلق، طلبِ رضائے الٰہی اور اتباعِ سنتِ نبوی کے ساتھ آگے بڑھتا رہا۔عہد بہ عہد عظیم وجلیل صوفیہ ومشائخ کرام یکے بعد دیگرے پیدا ہوتے رہے جن کی پاکیزہ حیات وخدمات کے ذکر وبیان کے لئے طویل دفتر درکار ہے۔

یہ ایک واضح تاریخی حقیقت ہے کہ ہندوستان کے اندر قدسی صفات صوفیہ ومشائخِ کرام کے ذریعہ ہی اسلام کی تبلیغ واشاعت زیادہ ہوئی۔کوہ وصحرا، جنگل وبیابان، وادی وآبادی جہاں سے بھی وہ گذر گئے اسلام کی شمع روشن ہوتی چلی گئی اور جس جگہ بیٹھ گئے ان کی مسیحانفسی سے وہاں کی زمین شاداب ہوگئی اور مردہ قلوب میں اسلام وایمان کی تازہ روح دوڑ گئی۔

اس سلسلہ میں عطائے رسول سلطان الہند خواجہ معین الدین حسن چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام ہندوستان میں سب سے نمایاں ہے۔ان کے دستِ حق پرست پر شرک وبت پرستی سے تائب ہوکر نوے لاکھ غیر مسلم افراد مشرف باسلام ہوئے۔

اسی طرح ان کے خلفا وفیض یافتہ مشائخ چشت نے بھی اپنے اپنے عہد میں دعوت وتبلیغ کی عظیم الشان خدمات انجام دیں۔اور اپنے روحانی جذب وکشش سے لاکھوں غیر مسلموں کو دولتِ اسلام سے مالا مال کیا جن میں یہ حضرات خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی دہلوی، حضرت قاضی حمید الدین ناگوری، حضرت صوفی حمید الدین ناگوری، حضرت شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر، حضرت مخدوم علاؤ الدین علی

احمد صابر کلیری، محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیا، حضرت شیخ شمس الدین ترک پانی پتی، حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلوی، حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز وغیرہم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

لاشك بزرگانِ چشت عنبر سرِ شت راحقے ست قدیم بر ولایتِ ہند

(مآثر الکرام ۔ مؤلفہ سید غلام علی آزاد بلگرامی)

اس میں کوئی شک نہیں کہ بزرگانِ سلسلۂ عالیہ چشتیہ کا ہندوستان پر قدیم حق ہے۔

''ہندوستان میں ان کے دم قدم کی برکت سے اشاعتِ اسلام ہوئی اور ظلمتِ کفر یہاں سے دور ہوئی۔ (سیر الاقطاب)

کفر و شرک سے بھرے ہوئے ہندوستان کے شہر شہر، قریہ قریہ میں ان بزرگانِ دین اور ان کے خلفائے کرام نے اپنے اِخلاص وللّٰہیت، سیرت و کردار، انسانی مروت و ہمدردی اور خدمتِ خلق کے ذریعہ توحید کا درس دیا، اسلام کی اعلیٰ اخلاقی تعلیمات پیش کیں، پاکیزہ عملی زندگی کے اعلیٰ نمونے پیش کیے۔ تب کہیں جا کر ہندوستان کے طول و عرض میں پرچمِ اسلام لہرایا، نغمۂ توحید گونجا، مسجدیں تعمیر ہو کر آباد ہوئیں، اسلامی مراکز قائم ہوئے، علوم وفنون کے چراغ روشن ہوئے، دلوں کی دنیا آباد ہوئی، گمراہیوں کا پردہ چاک ہوا، تاریکیاں دور ہوئیں، ہر طرف نورِ اسلام کا اُجالا پھیل گیا۔ اور ہندوستان کا شرق وغرب و شمال وجنوب اللہ اکبر کی صداؤں اور لاہوتی نغموں سے گونج اُٹھا۔

ان کا سایہ اک تجلی ان کا نقش پا چراغ
یہ جدھر گذرے ادھر ہی روشنی ہوتی گئی

انہیں کا فیضانِ کرم ہے کہ ہمارے آباؤ اَجداد نعمتِ اسلام سے بہرہ ور ہوئے۔ اور انہیں کی چشمِ عنایت ونگاہِ التفات ہے کہ ہمارے دیدہ ودل، بصارت وبصیرت کی دولت سے مالامال ہوئے۔ اس لئے ہمارا دینی وملی فریضہ ہے کہ انہیں یاد رکھنے کے ساتھ ساتھ ان کی زندگی کو اپنے لئے مشعلِ راہ بنائیں۔ ان کے ارشادات وتعلیمات پر عمل کرتے ہوئے اپنی دنیا و آخرت کی بھلائی کا سامان کریں، ان کے طریقۂ دعوت وتبلیغ کو اپنائیں اور ان کے سوزِ باطن وحرارتِ عشق وگرمیِ قلب کی کچھ چنگاریاں اپنے اندر پیدا کرکے۔

خود جلیں دیدۂ اَغیار کو بینا کر دیں

ان بزرگوں کی روح کو خوش کرنے کا سب سے بہتر طریقہ یہی ہے کہ ان کے مسلکِ عشق

وعرفان کو عام کیا جائے۔اوران کے چھوڑے ہوئے مشن کو آگے بڑھایا جائے۔اس طریقہ کواگرہم صحیح طور پراپنا ئیں گے توان کے صحیح وارث وجانشین کہلائیں گے۔ورنہ کم ہمت اورناخلف اولاد سے زیادہ ہماری کوئی حیثیت نہیں ہوگی۔

ربِ کائنات اپنے حبیب پاک صاحبِ لولاک جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اوران کے سچے جانشینوں کے صدقہ وطفیل میں ہمیں صراطِ مستقیم پر گامزن رکھ کر بزرگانِ دین وصوفیہ ومشائخِ کرام وعلماے سوادِ اعظم اہل سنت وجماعت کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطافرمائے۔آمین۔

☆☆☆

سلطانُ الھند خواجہ معین الدین چشتی اجمیری

نام ونسب

عطائے رسول سلطانُ الھند خواجہ معین الدین حسن چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ حسینی سید تھے۔والد ماجد خواجہ سید غیاث الدین حسن سجزی (س،ج،ز) عالم وفاضل،صاحبِ کمال بزرگ اور حسینی سید تھے۔آپ کی والدہ ماجدہ ام الورع جنہیں بی بی ماہ نور بھی کہا جاتا ہے وہ بھی بڑی نیک دل عابدہ زاہدہ خاتون تھیں۔والدین کریمین نے آپ کا نام معین الدین رکھا اور پیار وشفقت سے اپنے نیک بخت بچے کو حسن کے نام سے پکارا کرتے تھے۔اور آج ہندوپاک وبنگلہ دیش ودیگر مما لک کے مسلمان عقیدت ومحبت کے ساتھ خواجہ غریب نواز کے نام سے آپ کو یاد کرتے ہیں۔

ولادتِ مبارکہ

آپ کی تاریخ ولادت چودہ رجب ۵۳۷ھ مطابق ۱۱۴۲ء بوقت صبح بروز دوشنبہ ہے۔سن ولادت کے سلسلہ میں اختلاف بھی ہے مگر ۵۳۷ھ کو اکثر مؤرخین نے ترجیح دی ہے۔خطۂ سجستان کے قصبہ سجز (س،ج،ز) میں آپ کی ولادت ہوئی۔سجستان کو سیستان بھی کہا جاتا ہے۔آپ کی نشو ونما دیارِ خراسان میں ہوئی۔آپ کی والدہ ماجدہ بیان فرماتی ہیں کہ:

جب معین الدین میرے شکم میں تھے تو میرا دل فرحت وانبساط سے معمور تھا،گھر میں ہر طرف خیر وبرکت تھی۔ولادت کے وقت عجیب سی روشنی تھی۔میں نے دیکھا کہ ولادت کے بعد میرا بچہ سجدہ میں پڑا ہوا ہے اور گھر بھر میں خوشبو ہی خوشبو ہے۔

عہدِ طفولیت

آپ کے دین دار والدین نے ناز و نعمت کے ساتھ آپ کی پرورش کی اور آپ کو پاکیزہ اخلاق و کردار کا حامل بنایا۔ عام بچوں کے ساتھ کھیل کود سے آپ دور رہتے تھے، اچھے اور نیک کاموں کی طرف آپ کا میلان تھا، طبیعت سنجیدہ تھی، اپنے ہم عمر بچوں کو اپنے گھر بلا کر انہیں کھلا پلا کر آپ بہت خوش ہوا کرتے تھے۔ آپ کی پیشانی سے نور چمکتا تھا۔ آپ کے بچپن کے دو مستند واقعات تحریر کیے جاتے ہیں جن سے آپ کی شانِ غریب نوازی کا اظہار ہوتا ہے۔

شیر خوارگی کے عالم میں جب آپ اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ پیا کرتے تھے اور گود میں کھیلا کرتے تھے، اس وقت اگر کوئی عورت اپنے شیر خوار بچے کے ساتھ آپ کے گھر آجاتی اور بچہ دودھ کے لئے روتا تو فوراً آپ اپنی والدہ کو اشارہ فرماتے جس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ آپ اپنا دودھ اس بچہ کو پلا دیں۔ چنانچہ آپ کی والدہ اس بچہ کو دودھ پلانے لگتیں جسے دیکھ کر آپ بہت خوش ہوتے اور مسکرانے لگتے۔

اپنے بچپن میں ایک بار آپ اچھے کپڑوں میں ملبوس ہو کر نمازِ عید کے لئے گھر سے باہر نکلے، راستہ میں دیکھا کہ ایک اندھا بچہ پھٹا پرانا کپڑا پہنے ہوئے ہے تو آپ کا دل بے چین ہو گیا اور چہرہ پر اداسی چھا گئی۔ آپ نے فوراً اپنے کپڑے اتار کر اس اندھے بچہ کو پہنا دیا اور خود پرانا کپڑا پہن کر اسے اپنے ساتھ لے کر عید گاہ گئے۔

تعلیم

آپ کے والد ماجد نے آپ کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کیا۔ نو سال کی عمر میں آپ نے قرآن شریف حفظ کیا پھر ایک مدرسہ میں داخل ہو کر تفسیر و حدیث اور فقہ کی تعلیم پائی اور علومِ ظاہری کی تکمیل کے بعد آپ علومِ باطنی کی تحصیل کے لائق ہو گئے۔

روحانی انقلاب

ابھی آپ کی عمر پندرہ سال کی پوری نہیں ہوئی تھی کہ ماہ شعبان ۵۴۴ھ میں آپ کے

والد ماجد کا سایۂ شفقت آپ کے سر سے اٹھ گیا (سیر الاقطاب) اور یتیمی کا داغ ابھی ہرا ہی تھا کہ کچھ عرصہ بعد آپ کی والدہ ماجدہ بھی آپ کو داغ مفارقت دے گئیں جس کے بعد حیرانی و پریشانی کے عالم میں خود آپ کو اپنے حالات و معاملات کا ذمہ دار اور نگراں بننا پڑا۔ صبر و رضا کے ساتھ آپ نے یہ ایام گذارنے شروع کیے اور والد کے ترکہ سے ملے ہوئے ایک باغ اور پَن چکی کو اپنا ذریعۂ معاش بنایا۔

۵۴۴ھ ہی کا واقعہ ہے کہ آپ اپنے باغ میں پانی دے رہے تھے اور اس کی دیکھ بھال کر رہے تھے کہ اشارۂ غیبی سے ایک بزرگ حضرت ابراہیم قندوزی باغ کے اندر آپہونچے جنھیں دیکھتے ہی ادب و نیازمندی کے ساتھ آپ نے ایک سایہ دار درخت کے نیچے انہیں بٹھایا اور عزت و تکریم کے ساتھ انگور کا خوشہ پیش کر کے ان کے سامنے باادب بیٹھ گئے۔ اس تواضع و انکساری سے حضرت ابراہیم قندوزی بہت متأثر ہوئے اور انہوں نے بغل سے کھلی نکالی اور اسے چبا کر آپ کے منھ میں ڈال دیا۔ اسے کھانا تھا کہ آپ کی دنیا بدل گئی اور دل انوارِ الٰہی سے چمک اٹھا۔ (سیر العارفین، مونس الارواح، روضۃ الاقطاب، خزینۃ الاصفیاء)

اپنا گھر بار اور باغ و پَن چکی سب کچھ دو چار روز کے اندر ہی بیچ کر درویشوں اور ضرورت مندوں کے درمیان تقسیم کر کے آپ نے سمرقند و بخارا کی راہ لی اور وہاں پانچ سال تک دینی علوم و فنون کی تحصیل و تکمیل میں صرف کیے۔ یہ زمانہ ۵۴۴ھ مطابق ۱۱۵۰ء سے ۵۵۰ھ مطابق ۱۱۵۵ھ تک کا ہے۔ مولانا حسام الدین بخاری اور مولانا شرف الدین صاحبِ شرع الاسلام جیسے جلیل القدر علما سے وہاں آپ نے استفادہ کیا۔

سیر و سیاحت:

آپ نے اہل اللہ اور بلند ہمت بزرگوں کی طرح ۵۵۰ھ مطابق ۱۱۵۵ء سے ۵۶۱ھ مطابق ۱۱۶۵ء تک زمین کے مختلف حصوں کی سیاحت کرتے ہوئے علما و صُلحا کی زیارت کی اور بغداد، حرمین طیبین، نیشاپور، شام، کرمان، ہمدان، تبریز، استرآباد، خرقان، سمرقند، ہرات، سبزدار، ملتان، لاہور، غ وغیرہ کا سفر کیا۔ ان اسفار میں بزرگوں کے فیض صحبت سے خوب استفادہ کیا۔

سفر کے تین نصیحت آمیز اور عبرت انگیز واقعات

(١) میں (خواجہ معین الدین چشتی) ایک مرتبہ ایک شہر میں پہنچا جو ملکِ شام کے نزدیک ہے۔ یہاں ایک بزرگ احمد محمد الواحد غزنوی ایک غار میں رہا کرتے تھے۔ بہت لاغر تھے۔ لبادہ پر بیٹھے تھے۔ دو شیر اُن کے سامنے کھڑے تھے۔ دعا گو (خواجہ معین الدین) شیروں کی وجہ سے نزدیک نہیں گیا۔

جب اس بزرگ نے دیکھا۔ فرمایا: چلے آو۔ ڈرو نہیں۔ کہنے لگے: اگر کسی کو ضرر رسانی کا قصد نہیں کرو گے تو وہ بھی تمہیں نقصان نہیں پہونچائے گا۔ شیر کیا چیز ہیں جوان سے خوف کیا جائے؟ جو خدا سے ڈرتا ہے اس سے سب ڈرتے ہیں۔

پھر پوچھا: کہاں سے آنا ہوا؟ میں نے کہا کہ: بغداد سے۔ کہنے لگے: خوب آئے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ درویشوں کی خدمت کیا کرو تا کہ تم مرد بزرگ بن جاؤ۔

پھر فرمایا: خلقت سے عُزلت گزیں ہو کر اس غار میں مقیم ہوں اور ایک چیز کے خوف سے تیس سال روتے ہوئے گذر گئے ہیں۔

میں نے دریافت کیا۔ وہ کیا چیز ہے؟ فرمایا: نماز۔ جب میں نماز پڑھتا ہوں تو یہ دیکھ کر روتا ہوں کہ اس نماز کی کیا حقیقت ہے جو میں پڑھتا ہوں۔ کیوں کہ اگر ذرہ بھر بھی شرط نماز چھوٹ جائے تو میرا سب کیا ہوا بے کار ہو جائے۔

پھر فرمایا: اے درویش! اگر حق نماز کا ادا کیا تو بڑا کام کیا۔ ورنہ عمر غفلت میں گذار دی۔

(دلیل العارفین از خواجہ قطب الدین بختیار کاکی)

(٢) ایک بار میں (خواجہ معین الدین چشتی) اور شیخ احمد الدین کرمانی، کرمان میں سفر کر رہے تھے۔ یہاں ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی۔ یہ بڑے مشغول اور پیر متقی تھے۔ الغرض ان کے پاس پہنچ کر سلام کیا۔ یہ بزرگ بہت نحیف و نزار تھے۔ بات بھی بہت کم کرتے تھے۔ مجھے خیال ہوا کہ ان سے دریافت کروں کہ آپ اس قدر ضعیف کیوں ہیں؟

چوں کہ وہ روشن ضمیر تھے، میرے دریافت کرنے سے پہلے فرمایا: اے درویش! ایک دن دوستوں کے ساتھ میرا گورستان میں گذر ہوا۔ میں ایک قبر کے پاس بیٹھ گیا۔ وہاں کوئی بات ہنسی

کی ہوئی، اس پر میں قہقہہ کے ساتھ خندہ زن ہوا۔ اس قبر سے آواز آئی:

اے غافل! جسے یہ مقام گور درپیش ہو، ملک الموت جیسا حریف ہو اور زیر خاک جس کے مونس سانپ اور بچھو ہوں اس کو ہنسی سے کیا کام؟

جب میں نے یہ سنا، وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا اور یاروں کے ہاتھ چوم کر رخصت ہوا اور اس غار میں آکر مقیم ہوا۔ آج تک اس واقعہ کی ہیبت سے پگھل رہا ہوں اور چالیس سال سے بوجہِ شرمندگی آسمان کی طرف نہیں دیکھتا۔ (دلیل العارفین۔ فوائد السالکین، مجلسِ سوم)

(۳)

بحلتِ مسافرت بخارا میں ایک شخص سے ملاقات ہوئی۔ یہ از حد مشغول لیکن نابینا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا: کب سے نابینا ہوئے؟

فرمایا: جب میرا کام کمالیت کو پہنچا اور وحدانیت وعظمت پر نگاہ پڑنی شروع ہوئی تو ایک دن میری نگاہ غیر پر پڑ گئی۔ غیب سے آواز آئی:

اے مدعی! دعویٰ تو ہماری محبت کا کرتا ہے مگر غیر کی طرف دیکھتا ہے؟

جب یہ آواز سنی تو ایسا شرمندہ ہوا کہ بات تک نہ ہو سکی۔ بارگاہِ الٰہی میں دعا کی کہ:

جو آنکھ دوست کے سوا غیر کو دیکھے اندھی ہو جائے۔ اچھی طرح کہہ بھی نہ پایا تھا کہ دونوں آنکھوں کی بصارت چلی گئی (دلیل العارفین، مجلسِ دہم)

بیعت وخلافت

حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی جب اپنے سیر وسیاحت کے درمیان ۵۵۲ھ میں علاقہ نیشاپور کے قصبہ ہارون (ھرون) میں پہنچے تو وہاں پہ عارف باللہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی چشتی کے دستِ حق پرست پر بیعت کیا اور طویل مدت تک ریاضت ومجاہدہ میں مصروف رہ کر اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے۔

اپنے واقعۂ بیعت کے سلسلے میں آپ بیان فرماتے ہیں:

ایسی صحبت جس میں بڑے بڑے معظم ومحترم مشائخِ کبار جمع تھے، میں ادب سے

حاضر ہوااور روئے نیاز زمین پر رکھ دیا۔

حضرت مرشد نے فرمایا: دو رکعت نماز ادا کر۔ میں نے فوراً تکمیل کی۔ پھر فرمایا: رو بہ قبلہ بیٹھ۔ میں ادب سے قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھ گیا۔ پھر ارشاد ہوا: سورۂ بقرہ پڑھ۔ میں نے خلوص وعقیدت سے پوری سورت پڑھی۔ تب فرمایا: ساٹھ بار کلمۂ سبحان اللہ کہو۔ میں نے اس کی تعمیل کی۔ ان مدارج کے بعد حضرت مرشد قبلہ خود اٹھ کھڑے ہوئے۔ میرا ہاتھ اپنے دستِ مبارک میں لیا۔ آسمان کی طرف نظر اٹھا کے دیکھا اور فرمایا: میں نے تجھے خدا تک پہونچا دیا۔

ان جملہ امور کے بعد حضرت مرشد قبلہ نے ایک خاص وضع کی ترکی ٹوپی جو کلاہ چارتر کی کہلاتی ہے، میرے سر پر رکھی۔ اپنی خاص کملی مجھے اوڑھائی اور فرمایا: بیٹھ۔ میں فوراً بیٹھ گیا۔ اب ارشاد ہوا: ہزار بار سورۂ اخلاص پڑھ۔ میں اس کو بھی ختم کر چکا تو فرمایا: ہمارے مشائخ کے طبقات میں بس یہی ایک شب وروز کا مجاہدہ ہے۔ لہذا جا اور کامل ایک شب وروز کا مجاہدہ کر۔

اس حکم کے بموجب میں نے پورا دن عبادتِ الٰہی اور نماز وطاعت میں بسر کیا۔ دوسرے دن حاضر ہو کر روئے نیاز زمین پر رکھا تو ارشاد ہوا: بیٹھ۔ میں بیٹھ گیا۔ پھر ارشاد ہوا: اوپر دیکھ۔ میں نے نگاہ آسمان کی طرف اٹھائی۔ دریافت فرمایا: کہاں تک دیکھتا ہے؟ عرض کیا: عرشِ معلیٰ تک۔ تب ارشاد ہوا: نیچے دیکھ۔ میں نے آنکھیں زمین کی طرف پھیریں۔ تو پھر وہی سوال کیا: کہاں تک دیکھتا ہے؟ عرض کیا۔ تحت الثریٰ تک۔

حکم ہوا پھر ہزار بار سورۂ اخلاص پڑھ۔ اور جب اس حکم کی بھی تعمیل ہو چکی تو ارشاد ہوا کہ: آسمان کی طرف دیکھ اور بتا کہاں تک دیکھتا ہے؟ میں نے دیکھ کر عرض کیا: حجابِ عظمت تک۔

اب فرمایا: آنکھیں بند کر۔ میں نے بند کر لی۔ ارشاد فرمایا: اب کھول دے۔ میں نے کھول دی۔ تب حضرت نے اپنی دونوں انگلیاں میری نظر کے سامنے کیں اور پوچھا: کیا دیکھتا ہے؟ عرض: کیا اٹھارہ ہزار عالم دیکھ رہا ہوں۔

جب میری زبان سے یہ کلمہ سنا تو ارشاد فرمایا: بس تیرا کام پورا ہو گیا۔ پھر ایک اینٹ کی طرف دیکھ کر فرمایا: اسے اٹھا۔ میں نے اٹھایا تو اس کے نیچے سے کچھ دینار نکلے۔ فرمایا: انہیں لے جا کے درویشوں میں خیرات کر۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔

(انیس الارواح، مؤلفہ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری)

شجرۂ بیعت

خواجہ معین الدین چشتی	وصال	۶۳۳ھ
خواجہ عثمان ہارونی	وصال	۶۱۷ھ
خواجہ حاجی شریف زندنی	وصال	۵۷۴ھ
خواجہ قطب الدین مودود چشتی	وصال	۵۲۷ھ
خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتی	وصال	۴۵۹ھ
خواجہ ابو محمد بن احمد ابدال چشتی	وصال	۴۱۷ھ
خواجہ ابو احمد ابدال چشتی	وصال	۳۵۵ھ
خواجہ ابواسحٰق شامی حسنی، سالارِ چشتیاں	وصال	۳۲۹ھ
علوممشاد علی دینوری	وصال	۲۹۹ھ
خواجہ امین الدین ابوھبیرہ البصری	وصال	۲۸۷ھ
خواجہ سدید الدین حذیقہ المرعشی	وصال	۲۵۲ھ
خواجہ ابراہیم ادھم بلخی	وصال	۲۶۱ھ
خواجہ ابوالفیض فضیل بن عیاض	وصال	۱۸۷ھ
خواجہ واحد بن زید	وصال	۱۷۷ھ
خواجہ حسن بصری	وصال	۱۱۰ھ
امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ	وصال	۴۰ھ
محبوب کردگار سید الابرار محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)	وصال	۱۱ھ

نسبتِ چشت

زہد و تقویٰ کے امام حضرت شیخ علوممشاد دینوری کے خلیفہ و جانشین حضرت ابو اسحاق شامی، حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے مشائخِ طریقت میں سے ہیں جن کی طرف نسبت کرتے

ہوئے چشتی کی شہرت ہوئی۔

پیرِ چشت ابواسحاق شامی جب حضرت خواجہ علوممشاد دینوری سے بغداد شریف میں بیعت ہوئے تو پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟ خواجہ ابواسحاق شامی نے نیاز مندی کے ساتھ عرض کیا کہ: مجھے ابواسحاق شامی کہا جاتا ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا: آج سے تمہیں اسحاق چشتی کہا جائے گا۔ اہل چشت اور اس ملک کے لوگ تم سے ہدایت پائیں گے اور جو لوگ تمہارے سلسلہ میں داخل ہوں گے انہیں بھی قیامت تک چشتی کہا جائے گا۔

مقامِ چشت علاقۂ ہرات (موجودہ افغانستان کا حصہ) میں خواجہ ابواسحاق شامی نے رشد وہدایت کی بساط بچھائی اور آپ کے سلسلہ کے دوسرے بزرگ خواجہ ابواحمد چشتی، خواجہ ابویوسف چشتی، خواجہ قطب الدین مودود چشتی نے بھی چشت کو رونق بخشی اور چشت ہی کو اپنی آخری آرام گاہ بنایا۔

سات واسطوں سے حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے شیخِ طریقت سالارِ چشتیاں خواجہ ابواسحاق شامی حسنی چشتی کی نسبت سے چشتی سلسلہ کو فروغ ہوا اور پھر سلطان الہند خواجہ معین الدین حسن چشتی کے ذریعہ کروڑوں مسلمان سلسلۂ چشت سے وابستہ ہو کر چشتی کہے اور لکھے جانے لگے۔

الٰہی تا بود خورشید و ماہی
چراغِ چشتیاں را روشنائی

مرشدِ کامل ابوالنور خواجہ عثمان ہارونی چشتی

نیشاپور کے علاقہ میں ہارون (ھرون) کے نام سے وہ مقدس مقام ہے جہاں ایک مذہبی و علمی سید گھرانے میں ابوالنور خواجہ عثمان ہارونی چشتی کی ۵۳۶ھ مطابق ۱۱۴۱ء میں ولادت ہوئی۔ گیارہ واسطوں سے آپ کا سلسلۂ نسب حضرت علی مرتضٰی سے جا ملتا ہے۔ نیشاپور ہی میں تفسیر، حدیث، فقہ وغیرہ کی تعلیم حاصل کر کے مشہور عالم وفاضل ہوئے اور پھر علم باطن کی طرف متوجہ ہو کر کسی مرشدِ کامل کی تلاش میں شہر شہر گھومتے ہوئے بالآخر حضرت خواجہ شریف زندنی چشتی کے دامنِ کرم سے وابستہ ہو گئے۔ ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور ریاضت ومجاہدہ ومکاشفہ کے بعد خرقۂ خلافت سے سرفراز ہوئے۔

ستر سال تک عبادت وریاضت میں اس طرح گذارے کہ روزانہ ایک ختم قرآن حکیم کرتے۔ شب وروز عبادتِ الٰہی میں مصروف رہتے، روزے رکھتے، کبھی پیٹ بھر کھانا نہ کھاتے، مال

وزر کو ہاتھ نہ لگاتے۔ اور دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو کر ہمیشہ یادِ الٰہی میں مستغرق رہتے۔

ایسے عظیم مرشدِ کامل سے خواجہ معین الدین چشتی نے بمقام ہارون علاقہ نیشاپور پہنچ کر ۵۵۲ھ میں شرفِ بیعت حاصل کیا اور طویل مدت تک اس مرشدِ کامل کی سرپرستی و نگرانی میں مصروفِ مجاہدہ و ریاضت رہ کر اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی فیضانِ مرشد کا ذکر کرتے ہوئے جو کچھ تحریر فرماتے ہیں اسے انیس الارواح کے حوالہ سے ہم ابھی گذشتہ سطور میں نقل کر چکے ہیں۔

آپ عظیم منصبِ ولایت پر فائز تھے۔ آپ کی عظمت و بزرگی مسلّم تھی، بارگاہِ الٰہی کا قرب آپ کو حاصل تھا۔ بہت سی کرامتوں کا آپ سے صدور و ظہور ہوا جن میں سے ایک مشہور کرامت یہ ہے۔

مقام ہارون (ھرون) سے بغداد کے لئے ایک بار حضرت خواجہ عثمان ہارونی روانہ ہوئے۔ منزلوں پر منزلیں طے کرتے ہوئے ایک ایسی منزل پر آپ کا قیام ہوا جہاں آتش پرست رہتے تھے اور انہوں نے اپنی عبادت کے لئے ایک زبردست آتش کدہ بنا رکھا تھا جس میں روزانہ بیس گاڑی لکڑیاں جلائی جاتی تھیں اور آگ ہمیشہ روشن رہتی۔ آتش پرست اس کے اردگرد بھیڑ لگائے رہتے تھے اور آگ کی پوجا کرتے تھے۔

اس منزل پر ایک سایہ دار درخت کے نیچے حضرت خواجہ عثمان ہارونی نے قیام فرمایا اور نماز کا وقت آیا تو مصلیٰ بچھا کر نماز میں مصروف ہو گئے اور اپنے ایک خادم کو حکم دیا کہ افطار کے لئے آگ کا انتظام کر کے روٹی تیار کرے۔

خادم آگ لینے کے لئے آتش کدہ پہونچے اور آگ مانگی تو آتش پرستوں نے یہ جواب دیتے ہوئے آگ دینے سے انکار کر دیا کہ آگ کو ہم معبود سمجھتے ہیں، اس لئے ہم اس میں سے تمہیں آگ نہیں دے سکتے۔

خادم ناکام ہو کر واپس لوٹے اور حضرت خواجہ عثمان ہارونی سے عرض کیا۔ جسے سن کر آپ بنفسِ نفیس آتش کدہ پہنچے۔ وہاں آپ نے دیکھا۔ ایک بوڑھا شخص جس کا نام مختیا تھا اس کی گود میں ایک سات سالہ بچہ تھا۔ بہت سے آتش پرست اس بوڑھے کے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے اور سب آگ کی پرستش میں مصروف تھے۔ آپ نے اس بوڑھے شخص کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

تم لوگ اس آگ کی پرستش کیوں کرتے ہو؟ یہ تو اللہ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہے

جو پانی سے خود بخود بجھ جاتی ہے۔ تم لوگ اس اللہ کی عبادت کرو جو اس آگ کا خالق ہے۔ اگر تم معبودِ حقیقی خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت کرو گے تو تمہیں جہنم کی آگ سے نجات مل جائے گی۔

بوڑھے مخشیا نے یہ سن کر کہا: ہمارے دین میں آگ کا مقام بہت بلند ہے اور ہم اس کی پرستش اس یقین کے ساتھ کرتے ہیں کہ قیامت کے دن یہ آگ ہمیں نہیں جلائے گی۔

آپ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ مدتِ دراز سے آگ کی عبادت وخدمت کررہے ہو۔ ذرا اس میں ہاتھ ڈال کر دیکھو کہ تمہیں جلاتی ہے کہ نہیں؟

اس بوڑھے نے کہا: آگ کی خاصیت ہی یہ ہے کہ اس میں جو چیز ڈالی جائے اسے جلا دیتی ہے۔ بھلا کس کا ہاتھ اس میں محفوظ رہ سکتا ہے؟

اس سوال وجواب کے بعد آپ نے اس بوڑھے کی گود سے بچہ کو لیتے ہوئے فرمایا کہ:

یہ آگ خالقِ حقیقی کے حکم کے بغیر ایک بال بھی نہیں جلا سکتی اور بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم پڑھ کر ''یَانَارُکُوْنِیْ بَرْدًاوَّسَلَامًاعَلٰی اِبْرَاھِیْمَ'' پڑھتے ہوئے اس بچہ کے ساتھ آتش کدہ میں داخل ہو گئے۔

یہ حیرت ناک منظر دیکھ کر آتش پرست آہ وفغاں کرنے لگے۔ آگ میں داخل ہوتے ہی آپ مع اس بچہ کے تھوڑی دیر کے لئے لوگوں کی نظروں سے غائب ہو گئے اور اس وقفہ میں آتش پرستوں کے درمیان ایسی ہلچل اور لوگوں کے درمیان ایسی کھلبلی مچی کہ ہزاروں تماشائی آتش کدہ کے پاس جمع ہو گئے اور پھر ان سبھوں نے چند ہی ساعت کے بعد اپنے ماتھے کی آنکھوں سے یہ حیرت انگیز منظر دیکھا کہ آپ اس بچہ کے ساتھ آتش کدہ سے اس طرح باہر نکل رہے ہیں کہ دونوں کے جسم ولباس پر آگ تو کیا دھواں کا بھی کوئی اثر نہ تھا اور بچہ نہایت خوش وخرم نظر آرہا تھا۔

بوڑھے مخشیا نے بچہ سے دریافت کیا کہ: تم نے آگ کے اندر کیا دیکھا؟ بچہ نے جواب دیا: میں اس بزرگ کی برکت سے باغ کی سیر کررہا تھا۔

حیرت واستعجاب کے ساتھ یہ منظر دیکھنے اور بچہ کا جواب سننے والے ہزاروں آتش پرست حضرت خواجہ عثمان ہارونی کے گرویدہ ہو گئے اور آتش پرستی سے توبہ کر کے صدق دلی کے ساتھ سب نے فوراً اسلام قبول کیا۔ اور پھر آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت بھی ہو گئے۔ مخشیا کا نام آپ نے عبداللہ اور بچہ کا نام ابراہیم رکھا۔

ڈھائی سال تک یہاں قیام پذیر رہ کر حضرت خواجہ عثمان ہارونی مصروفِ ارشاد وہدایت

رہے اور جس جگہ آگ کی پرستش ہوا کرتی تھی وہاں ایک عالیشان مسجد تعمیر ہوئی اور توحیدِ الٰہی کے نغمے گونجنے لگے۔(مونس الارواح وخزینۃ الاصفیاء)

حضرت خواجہ عثمان ہارونی اور خواجہ معین الدین حسن چشتی کو ایک دوسرے سے بے پناہ تعلقِ خاطر تھا۔عبادت و ریاضت اور سیر و سیاحت میں بائیس سال تک خواجہ معین الدین چشتی اپنے اس مرشدِ کامل کے ساتھ رہے۔خادم کی طرح اپنے مرشد کا توشۂ سفر اپنے سر پر رکھ کر بائیس سال تک شریکِ سفر رہے۔یہ محبت وخدمت دیکھ کر مرشدِ کامل نے آپ کو خلافت و جانشینی سے سرفراز فرمایا اور برکت و سعادت کے لئے وہ عظیم تبرکات بھی آپ کو عطا ہوئے جن کے بارے میں آپ خود بیان فرماتے ہیں:

حضرت خواجہ عثمانی ہارونی نے ارشاد فرمایا: خواجہ معین الدین! میں نے یہ سب کام تیری تکمیل کے لئے کیا ہے۔تجھ کو اس پر عمل کرنا لازم ہے۔فرزندِ خلف وہی ہے جو اپنے گوش وہوش میں اپنے پیر کے ارشادات کو جگہ دے۔اپنے شجرہ میں ان کو لکھے اور انجام کو پہنچائے تا کہ کل قیامت کے دن شرمندگی نہ ہو۔

اس ارشاد کے بعد عصائے مبارک جو مرشد کے سامنے رکھا تھا، دعا گو کو عطا فرمایا۔بعد ازاں خرقہ، نعلین چوبیں، اور مصلیٰ بھی عنایت فرما کر سرفراز فرمایا۔پھر ارشاد فرمایا:

یہ تبرکات ہمارے پیرانِ طریقت قدس سرھم کی یادگار ہیں جو رسول اللہ ﷺ سے ہم تک پہنچے ہیں اور ہم نے تجھے دیئے ہیں۔ان کو اس طرح اپنے پاس رکھنا جس طرح ہم نے رکھا۔جس کو مرد پانا اس کو ہماری یہ یادگار دینا۔(انیس الارواح) ۵۸۲ھ مطابق ۱۱۸۶ء میں بغداد مقدسہ میں یہ تبرکات تفویض کیے گئے۔

خواجہ عثمان ھارونی اپنے مرید وخلیفۂ کامل خواجہ معین الدین چشتی کو بے حد عزیز ومحبوب رکھتے تھے۔فرماتے تھے کہ:

معین الدین محبوبِ خدا است ومرا فخر است بر مریدیِ او۔

(سیر العارفین، سیر الاقطاب، مونس الارواح)

خواجہ معین الدین چشتی جب اشاعتِ اسلام کے لئے ہندوستان آئے تو حضرت خواجہ عثمان ہارونی بھی ہندوستان تشریف لائے اور دہلی میں پھر دونوں حضرات کی ملاقات ہوئی۔یہ زمانہ شمس

الدین التمش کی حکومت کا تھا جسے بزرگوں سے بے پناہ عقیدت و محبت تھی۔اس نے حضرت خواجہ عثمان ہارونی کی شایانِ شان تعظیم و تکریم کی اور ہر طرح کی خدمت بجالایا۔جس سے خوش ہو کر آپ نے حضرت خواجہ معین الدین چشتی کو حکم دیا کہ شمس الدین التمش کی تربیت وہدایت کے لئے ایک کتاب لکھو۔چنانچہ آپ نے تعمیل حکم کرتے ہوئے گنجِ اسرار کے نام سے ایک کتاب لکھی۔

خواجہ عثمان ھارونی کی خواہش اور دعا تھی کہ مکۂ مکرمہ میں انتقال ہو اور وہیں دفن ہونے کی سعادت ملے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی۔۵رشوال ۶۱۷ھ مطابق ۱۲۲۰ء میں خواجہ عثمان ھارونی کا وصال ہوا اور مکہ مکرمہ کے مقدس قبرستان ''جنت المعلیٰ''میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

افسوس کی ۲۵۔۱۹۲۴ء میں حرمین شریفین پر نجدیوں کا جب غاصبانہ تسلط ہوا اور انہوں نے اپنی سنگ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مدینہ طیبہ کے متبرک قبرستان ''جنت البقیع'' اور مکہ مکرمہ کے ''جنت المعلیٰ'' کے مزاراتِ متبرکہ کو منہدم ومسمار کیا اور عالمِ اسلام کے شدید احتجاج کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنا ظالمانہ اقدام جاری رکھا تو بے شمار مزارات کے ساتھ حضرت خواجہ عثمان ہارونی کی قبرِ مبارک بھی شہید ہو کر آج بے نام ونشان ہو چکی ہے۔اور ''جنت المعلیٰ'' کے بیچ سے نجدیوں نے پختہ سڑک بنا کر متعدد جلیل القدر ہستیوں کے نشاناتِ قبر کو بھی محو کر ڈالا ہے۔

بغدادِ مقدسہ

محبوب سبحانی قطبِ ربانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی اور عطائے رسول خواجہ معین الدین چشتی یہ دونوں عظیم المرتبت بزرگ آلِ رسول اور ایک دوسرے کے قریبی رشتہ دار تھے۔

بغداد مقدسہ میں ۵۵۰ھ مطابق ۱۱۵۵ء میں ان دونوں حضرات کی پہلی ملاقات ہوئی۔شیخ عبدالقادر جیلانی نے خواجہ معین الدین چشتی کو دیکھ کر فرمایا:

یہ مرد مقتدائے روزگار ہے اس سے بہت سے لوگ منزل مقصود تک رسائی حاصل کریں گے۔

۵۵۵ھ مطابق ۱۱۶۰ء میں بھی آپ ہارون (نیشاپور) میں ڈھائی سالہ قیام کے بعد بغداد پہنچے تھے اور اس سفر میں آپ نے حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی (وصال ۶۳۲ھ) کے مرشد حضرت شیخ ضیاء الدین ابونجیب عبدالقاہر سہروردی سے ملاقات کی تھی۔

۵۸۰ھ مطابق ۱۱۸۴ء میں قصبہ سنجار (سنجان) پہنچ کر شیخ نجم الدین کبریٰ (وصال ۶۱۸ھ) کی

خدمت میں ڈھائی برس قیام کرنے کے بعد قصبہ جیل پہنچ کر دوبارہ حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی (وصال ۵۶۱ھ) سے ملاقات کی اور آپ سے باطنی فیوض و برکات حاصل کیے۔

بغداد کے زمانۂ قیام کا واقعہ ہے کہ خواجہ معین الدین چشتی دجلہ کے کنارے واقع ایک خانقاہ میں تشریف لے گئے۔ اس خانقاہ میں ایک بزرگ مدتِ دراز سے محوِ عبادت و ریاضت تھے۔ آپ نے انھیں سلام کیا تو انھوں نے جواب دیتے ہوئے اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ۔ آپ وہاں بیٹھ گئے تو اس بزرگ نے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

مخلوقِ الٰہی سے جدا ہو کر پچاس سال سے میں یہاں خلوت گزیں ہوں۔ تمہاری طرح میں بھی پہلے سیر و سیاحت کیا کرتا تھا۔ ایک بار اثنائے سفر میں ایک شہر پہنچا تو دیکھا کہ اس کے بازار میں ایک مال دار شخص کھڑا ہوا لوگوں سے بھاؤ تاؤ کرتا ہوا ان کے ساتھ سختی و درشت خوئی سے پیش آرہا ہے اور اپنے گاہکوں کو اذیت پہنچا رہا ہے۔

میں خاموشی کے ساتھ وہاں سے گذر گیا اور اس مالدار شخص کو نہ کوئی نصیحت کی نہ اس سے کوئی تعرض کیا۔ میں یوں ہی آگے بڑھا تو میرے کان میں ایک آواز آئی کہ:

اگر مرضیِ مولیٰ کے لئے تو اس شخص کو دنیائے مردار سے باز رہنے کے لئے ہدایت دیتا اور اسے جھڑک دیتا کہ ایسا کام ہرگز نہ کرو تو ہوسکتا ہے کہ وہ تمہای نصیحت قبول کر کے اپنی اس روش سے باز آجاتا اور کسی پر سختی اور ظلم نہ کرتا۔

میں یہ آواز سن کر لرز گیا اور جس روز سے یہ آواز میں نے سنی ہے اپنے رب سے بہت شرمندہ و نادم ہوں اور اسی شرم و ندامت کی وجہ سے یہاں خانقاہ میں آکر بیٹھ گیا ہوں۔ کبھی میں نے اس سے قدم باہر نہیں نکالا اور مجھے اس کا بے حد خوف ہے کہ بروزِ محشر مجھ سے اس معاملے میں سوال ہوگا تو میں کیا جواب دوں گا؟

میں نے عزمِ مصمم کر کے قسم کھائی کہ میں اب کہیں نہیں جاوں گا تاکہ میرے سامنے ایسا نہ کوئی واقعہ ہو نہ کسی ایسی چیز پر نظر پڑے اور میں اس کی شہادت میں پکڑا جاؤں۔

(مجلس چہارم، دلیل العارفین)

خواجہ معین الدین چشتی نے کرمان، بخارا، استرآباد، کی سیاحت کی۔ تبریز پہنچ کر شیخ ابوسعید تبریزی سے ملاقات کی۔ (سیر العارفین) اصفہان میں شیخ محمود اصفہانی سے اکتساب فیض

کیا۔(سیر العارفین) بلخ میں شیخ احمد خضرویہ کی خانقاہ میں قیام کیا۔(سیر العارفین) غزنیں میں شیخ عبدالواحد غزنوی (مرشدِ شیخ نظام الدین المؤید) کی زیارت واستفادہ کیا۔(سیر العارفین)۔

ھمدان میں شیخ ابویوسف ھمدانی (وصال ۵۳۵ھ) خرقان میں شیخ ابوالحسن خرقانی (وصال ۴۲۵ھ) ھرات میں شیخ عبداللہ انصاری ھروی (وصال ۴۸۱ھ) کے مزارات پر مراقبے وچلّے کرکے روحانی فیوض حاصل کیے۔ھرات میں آپ کا معمول تھا کہ جب شب بیداری کرتے تو نمازِ عشا کے وضو سے فجر کی نماز پڑھا کرتے تھے۔(سیر العارفین)

سبزوار کی سیاحت کے دوران حضرت خواجہ معین الدین چشتی ایک باغ میں حوض کے کنارے تشریف فرماتھے کہ سیر وتفریح کی نیت سے حاکم سبزوار بھی وہاں آپہنچا جس کا نام یادگار محمد تھا۔اس نے ایک اجنبی کو دیکھ کر اپنی ناراضی ظاہر کی۔حضرت خواجہ نے اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو اس کے ہوش وحواس جاتے رہے۔اس مغلوب الحال پر جب آپ نے حوض کا پانی لے کر کچھ چھینٹے مارے تو اسے ہوش آیا۔اسے نہ صرف یہ کہ اپنی غلطی کا احساس ہوا بلکہ اس کے دل میں جذبۂ عقیدت پیدا ہوگیا اور اپنی شیعیت سے تائب ہوکر اپنے اعیان وارکانِ حکومت کے ساتھ آپ کا مرید ہوکر اپنی ساری دولت آپ کے قدموں پر نچھاور کردی جسے آپ نے قبول کرنے سے انکار کردیا اور فرمایا کہ:

رعایا کے ساتھ ظلم وتعدی سے حاصل کیا گیا یہ مال ودولت ان کے اصل مالکوں کو واپس کردو۔

چنانچہ یادگار محمد نے ایسا ہی کیا۔اور جب اس نے علوم ظاہری وباطنی کی تکمیل کرلی تو حضرت خواجہ نے اسے اپنا خرقۂ خلافت عطا فرمایا۔(سیر الاقطاب)

۵۸۲ھ مطابق ۱۱۸۶ء میں بغداد پہنچنے کا ذکر کرتے ہوئے خواجہ معین الدین چشتی فرماتے ہیں کہ:

بعدازاں حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ بغداد واپس تشریف لاکر معتکف ہوئے اور دعا گو سے ارشاد فرمایا:اس مقام سے چند روز تک باہر نہ آوں گا مگر تو چاشت کے وقت آیا کر کہ تجھ سے ترغیبِ فقر بیان کروں تاکہ مریدوں اور فرزندوں کے لئے میرے بعد یادگار رہو۔

یہاں خواجہ معین الدین چشتی روزانہ حاضرِ خدمت ہوکر اپنے مرشد کے ارشاداتِ مبارکہ قلم بند فرمالیا کرتے تھے۔اس طرح ایک رسالہ مرتب ہوگیا جو اٹھائیس مجلسوں پر مشتمل ہے۔اسی رسالہ کا نام ''انیس الارواح'' ہے۔

۵۹۸ھ میں بھی خواجہ معین الدین چشتی بغداد شریف لے گئے تھے اور کچھ عرصہ قیام فرمایا تھا۔

زیارتِ حرمین شریفین

۵۵۱ھ مطابق ۱۱۵۶ء میں آپ نے بغداد شریف سے مکہ مکرمہ و مدینہ طیبہ کا پہلا سفر کیا اور وہاں کی برکتوں سے ہم کنار ہوئے اور وہیں سے ہارون (نیشا پور) پہنچ کر ۵۵۲ھ میں آپ نے خواجہ عثمان ہارونی سے بیعت کی تھی۔

۵۶۳ھ مطابق ۱۱۶۸ء میں خواجہ عثمان ہارونی، خواجہ معین الدین چشتی کو ساتھ لے کر حرمین شریفین پہونچے۔

خواجہ معین الدین چشتی زیارت و طوافِ خانہ کعبہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

پیر و مرشد نے میرا ہاتھ پکڑا اور حق تعالیٰ کے سپرد کیا اور میرے بارے میں رب تعالیٰ سے مناجات کی۔ ندا آئی: ہم نے معین الدین کو قبول کیا۔ (انیس الارواح)

اس کے بعد اپنے مرشد کے ہمراہ آپ مدینہ منورہ پہنچے اور بارگاہِ رسول مقبول ﷺ میں حاضری دی۔ مرشد نے حکم دیا: سلام کر۔ آپ نے بارگاہِ رسالت میں سلام عرض کیا۔ نصیبہ کی ارجمندی نے ساتھ دیا۔ اور آواز آئی: وعلیکم السلام۔

یہ آواز سن کر مرشد نے فرطِ مسرت سے ارشاد فرمایا: اب تو درجۂ کمال کو پہنچ گیا۔

۵۸۳ھ مطابق ۱۱۸۷ء میں خواجہ معین الدین چشتی، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی کے ساتھ مکہ مکرمہ پہنچے۔ ایک دن جب کہ حرمِ کعبہ میں مصروفِ عبادت و ریاضت تھے۔ غیب سے آواز آئی: معین الدین! میں تجھ سے خوش ہوں۔ میں نے تمہیں بخش دیا۔ جو چاہو مانگو تاکہ میں تمہیں عطا کروں۔''

خواجہ معین الدین چشتی یہ آواز سن کر سجدہ میں چلے گئے اور عرض کیا:

یا اللہ! معین الدین کے مریدین کو بخش دے۔

غیب سے آواز آئی:

اے معین الدین! تو ہماری مِلک ہے۔ جو تیرے مرید اور تیرے سلسلہ میں تا قیامت مرید ہوں گے انہیں بخش دوں گا۔ (سیر الاقطاب)

کچھ دنوں بعد آپ مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کے لئے روانہ ہوئے۔ مسجد قبا پہنچ کر سجدۂ شکر

ادا کیا۔عبادت کی پھر مسجد نبوی پہنچے اور دربارِ رسالت سے آپ کو یہ بشارت ملی:

اے معین الدین! تو میرے دین کا معین ہے۔میں نے ولایت ہندوستان تجھ کو عطا کی۔وہاں کفر وظلمت پھیلی ہوئی ہے۔تو اجمیر جا۔تیرے وجود سے ظلمتِ کفر دور ہوگی اور اسلام رونق پذیر ہوگا۔

مدینہ سے اجمیر تک

خواجہ معین الدین چشتی مدینہ طیبہ سے بغداد شریف (عراق)، چشت شریف (ھرات، موجودہ افغانستان) ہوتے ہوئے ہرات سے سبزدار، ملتان اور پھر لاہور پہنچے۔وہاں سے سمانا (پٹیالہ کے قریب ایک جگہ) دہلی ہوتے ہوئے ۵۸۶ھ مطابق ۱۱۹۰ء میں پہلی بار اجمیر پہنچے۔اس وقت اجمیر کا راجہ پرتھوی راج تھا۔

راجہ پرتھوی راج چوہان (جسے رائے پتھورا بھی کہا جاتا ہے) شمال مغربی ہندوستان کے ایک وسیع وعریض خطہ کا طاقت ور حکمراں تھا۔اجمیر اس کا پایۂ تخت تھا اور دہلی بھی اس کی عمل داری میں تھی۔

اجمیر سے باہر ایک سایہ دار جگہ پر خواجہ معین الدین چشتی نے قیام کرنا چاہا، لیکن راجہ پرتھوی راج چوہان کے کارندوں نے کہا: آپ یہاں نہیں بیٹھ سکتے۔یہ جگہ راجہ کے اونٹوں کے بیٹھنے کی ہے۔"

آپ نے ناگوار لہجے میں فرمایا: اچھا اونٹ بیٹھتے ہیں تو بیٹھیں"۔

یہ کہہ کر آپ اناساگر (مشہور تالاب) کے کنارے چلے گئے اور وہیں پڑاؤ ڈال دیا۔

ادھر اونٹ معمول کے مطابق اپنی جگہ بیٹھے تو بیٹھے ہی رہ گئے۔کوشش کے باوجود راجہ کے ملازمین ان اونٹوں کو اپنی جگہ سے نہ اٹھا سکے۔ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ان کے سینے زمین سے چپک گئے ہیں۔ملازمین سخت حیران و پریشان تھے کہ آخر اونٹوں کو کیا ہوگیا؟ سوچتے سوچتے بالآخر وہ اس نتیجہ تک پہونچے کہ کل جس درویش کو یہاں ٹھہرنے نہیں دیا گیا تھا اسی کی بددعا سے اونٹوں کا یہ حشر ہوا ہے۔شتربانوں کے داروغہ نے پرتھوی راج چوہان کو اس واقعہ کی تفصیلات سے آگاہ کیا تو وہ بھی حیران ہوا اور اس نے حکم دیا کہ: سب کے سب درویش کے پاس جا کر اس سے معافی مانگیں۔

راجہ کے ملازمین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے کل کے رویے کی معافی کے طالب ہوئے۔آپ نے ازراہِ شفقت ان سب کو معاف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اچھا جاؤ اونٹ کھڑے ہیں۔

(سیر الاقطاب۔مسالک السالکین۔مونس الارواح۔خزینۃ الاصفیاء)

رام دیو کا قبول اسلام

اجمیر اس زمانہ میں ہندوؤں کا بہت بڑا مذہبی وسیاسی مرکز تھا، اس لئے راجہ پرتھوی راج چوہان سے ملاقات کر کے ہندوؤں کی ایک جماعت نے کہا کہ: شہر کے پاس اس درویش کا قیام مناسب نہیں۔ اسے یہاں سے نکال دینا چاہیے۔

راجہ کے حکم کے مطابق اس کے مسلح سپاہی کچھ پنڈتوں کو ساتھ لے کر اناساگر کے قریب پہنچے۔ ان کا رخ دیکھ کر خواجہ معین الدین چشتی نے ایک مٹھی خاک پر آیۃ الکرسی پڑھ کر ان کی طرف پھینکا۔ جس کے منہ پر بھی ذراسی خاک پڑی وہ بدحواس ہو کر شہر کی طرف بھاگ نکلا اور راجہ کا حکم خاک میں مل گیا۔ (تذکرۃ الاولیاء)

اناساگر کے کنارے بہت سے بت خانے تھے اور وہیں ایک بڑا مہنت رام دیو نام کا تھا۔ جو ہندوؤں کا مذہبی گرو تھا۔ راجہ اور اجمیر کے لوگ اس کے معتقد تھے۔ راجہ کے سپاہی جب بزورِ طاقت اس درویش کامل کو اجمیر سے نکالنے میں ناکام ہو گئے تو راجہ اور اس کے آدمیوں نے رام دیو سے گزارش کی کہ وہ اپنی بھگتی اور شکتی کے بَل پر درویش کو شہر سے باہر نکال دے۔

رام دیو ایک غضبناک گروہ کے ساتھ درویش کے پاس پہنچا اور جیسے ہی درویش کی نظر اس پر پڑی اس کا جسم بید کی طرح کانپنے لگا۔ اس کی کایا پلٹ ہو گئی۔ اس نے اسی وقت قبولِ اسلام کرلیا اور پلٹ کر اس نے خود ہی اپنے ساتھ آئے ہوئے ہندوؤں پر حملہ کر کے انہیں ڈنڈے اور پتھر مار کر شہر کی طرف بھگا دیا۔

درویش نے خوش ہو کر اسے ایک پیالہ پانی عنایت فرمایا۔ جسے پیتے ہی اس کا دل صاف وشفاف آئینہ بن گیا اور اس کے قلب وروح میں اسلام وایمان کی شعاعین بکھرنے لگیں۔ درویش نے اسے فوراً شرفِ بیعت سے سرفراز فرما کر اس کا نام سعدی رکھا۔

جے پال جوگی کا قبولِ اسلام

اپنی پے درپے شکست دیکھ کر راجہ اور اس کے آدمی یہ سمجھنے لگے کہ یہ درویش کوئی بڑا ساحر وجادوگر ہے، اس لئے کسی بڑے جادوگر کو بلا کر اس درویش کو ساحرانہ قوت کے ذریعہ

یہاں سے مار بھگایا جائے۔ چنانچہ راجہ پرتھوی راج چوہان نے مشہور جادوگر جے پال جوگی کو اس کام کے لئے آمادہ کیا کہ اپنے جادو کے ذریعہ درویش کو تباہ و برباد کر دے۔

جے پال جوگی اپنے ڈیڑھ ہزار جادوگر چیلوں کے ساتھ اناساگر کی طرف بڑھا۔ درویش کو جب اس کی خبر ہوئی تو وضو کر کے عصائے مبارک سے ایک حِصار کھینچ کر اس کے اندر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ: ان شاء اللہ تعالیٰ کوئی ضرر پہنچانے والی چیز اس دائرہ کے اندر داخل نہیں ہو سکتی۔

جادوئی شکتی (ساحرانہ قوت) کے ساتھ بھیانک روپ میں جے پال جوگی کے جو بھی چیلے حِصار کے قریب پہنچتے اور جیسے ہی اس کے اندر داخل ہونے کی کوشش کرتے، بے ہوش ہو کر فرش پر ڈھیر ہو جاتے۔

ادھر راجہ نے درویش اور اس کے خُدام کو مغلوب کرنے کے لئے اناساگر کے گرد سپاہیوں کا پہرہ بٹھا دیا تاکہ درویش کا کوئی آدمی اناساگر پہنچ کر نہ اس کا پانی استعمال کر سکے نہ ہی اپنی ضروریات کے لئے اس کا پانی کہیں لے جا سکے۔ درویش کو جب اس پہرہ کا علم ہوا تو نومسلم سعدی کو ایک پیالہ دے کر اسے حکم دیا کہ:

جاؤ اور جس طرح بھی ممکن ہو سکے اناساگر پہنچ کر اس پیالہ کے اندر اناساگر کا پانی لاؤ۔

پہروں کے باوجود سعدی کسی طرح اناساگر کے پاس پہنچا اور پیالہ کے اندر اس کا پانی لے کر درویش کے پاس پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔

خدا کی قدرت دیکھیے کہ اس کی کارسازی نے درویش اور اس کے خُدام کی اس طرح مدد فرمائی کہ اناساگر کا سارا پانی اس پیالہ کے اندر سما گیا۔

اجمیر کے باشندے اناساگر تالاب کے پانی ہی سے اپنی ساری ضروریات پوری کرتے تھے۔ انہوں نے جب دیکھا کہ اناساگر بالکل خشک ہو گیا ہے تو شہر کے اندر کہرام مچ گیا۔ جے پال جوگی یہ حال دیکھ کر حصار کے قریب پہنچا اور اس نے کہا کہ:

شہر کے لوگ اور جانور ہلاک و بدحال ہو رہے ہیں۔ آپ کو ان کے ساتھ شفقت اور رحم دلی کے ساتھ پیش آنا چاہیے۔

جے پال جوگی کی درخواست سن کر درویش نے سعدی سے فرمایا: یہ پیالہ لے جاؤ اور جہاں سے تم نے یہ پانی لیا ہے وہیں اسے انڈیل دو۔

سعدی نے جیسے ہی پیالہ کا یہ پانی اناساگر میں انڈیلا، سارا تالاب پہلے ہی کی طرح لبالب بھر گیا۔

جے پال جوگی نے اپنے دَل بَل کے ساتھ حصارِ درویش پر اس طرح حملہ کا آغاز کیا کہ سانپوں کی ایک لہراتی ہوئی فوج بھیجی جو حصار کے قریب پہنچ کر سر پٹکتی رہ گئی۔ اس ناکامی کے بعد جے پال جوگی نے اپنی جادوئی شکتی (ساحرانہ قوت) سے آگ کی بارش شروع کی۔ مگر اس کا حِصار کے اوپر کوئی اثر نہ ہوسکا۔

تنگ آکر جے پال جوگی نے درویش سے کہا: بہتر ہے کہ تم یہاں سے فوراً نکل جاؤ ورنہ میں فضا میں اڑ کر تم پر ایسی بلا نازل کروں گا کہ نیست و نابود ہو جاؤ گے۔

درویش نے فرمایا: تم زمین پر میرا کیا بگاڑ سکے کہ اب آسمان کی باتیں کر رہے ہو؟

جے پال جوگی نے ہوا میں ہرن کی کھال اچھالی اور جست لگا کر اس کے اوپر بیٹھ کر پرواز کرتے ہوئے نگاہوں سے اوجھل ہوگیا۔ ادھر خواجہ نے اپنی پاپوش (کھڑاؤں) کو حکم دیا کہ جاؤ اس جادوگر کو نیچے اتار لاؤ۔ کھڑاؤں بھی ہوا میں پرواز کر گئی اور کچھ دیر بعد لوگ یہ عجیب وغریب منظر دیکھ کر حیران رہ گئے کہ جے پال جوگی تیزی کے ساتھ نیچے زمین کی طرف آرہا ہے اور اس کے سر پر کھڑاؤں کی ضرب پڑ رہی ہے۔

اب جے پال جوگی کا دماغ درست ہوگیا اور اسے یقین ہوگیا کہ درویش کوئی جادوگر نہیں بلکہ روحانی قوت کا مالک ہے۔ اس نے درویش کے قدموں پر سر رکھ دیا اور درویش نے اسے کلمہ پڑھا کر مشرف باسلام کرلیا اور اس کا نام عبداللہ رکھا۔ (خزینۃ الاصفیاء)

سعدی اور عبداللہ کی درخواست پر درویش نے شہر کے اندر جھالرا سے متصل جگہ کو اپنے قیام کے لئے منتخب کیا۔ وہیں عبادت خانہ، جماعت خانہ، مطبخ وغیرہ بنوایا۔ شہر کے لوگ آپ کی عبادت و ریاضت، اخلاق و کردار اور روحانی جذب و کشش دیکھ کر شرک و بت پرستی سے توبہ کر کے مشرف باسلام ہونے لگے اور ہزاروں معبودانِ باطل کی بجائے ایک معبودِ حقیقی کی بارگاہ میں سربسجود ہونے لگے۔

پرتھوی راج چوہان اور شہاب الدین غوری

خواجہ معین الدین چشتی نے قیامِ شہر کے بعد پرتھوی راج چوہان کو دعوتِ اسلام دیتے ہوئے فرمایا: اے راجہ! تیرا اعتقاد جن جن لوگوں پر تھا وہ بحکمِ خدا مسلمان ہو چکے ہیں۔ اگر بھلائی

چاہتا ہے تو تو بھی مسلمان ہو جا۔ ورنہ ذلیل وخوار ہوگا۔

پرتھوی راج نے اس دعوتِ حق کو قبول نہ کیا تو حضرت خواجہ نے مراقبہ کیا۔ کچھ دیر کے بعد جب تفکر سے سر اٹھایا تو فرمایا: اگر یہ بدبخت ایمان نہ لایا تو اس کو زندہ گرفتار کر کے اسلامی لشکر کے حوالے کر دوں گا۔ (سیر الاقطاب)

آپ کی روز افزوں مقبولیت اور اسلام کی طرف عوام کی بڑھتی ہوئی رغبت دیکھ کر راجہ پرتھوی راج چوہان اور اس کے ارکانِ سلطنت گھبرا گئے۔

چھوٹے چھوٹے ایسے کچھ واقعات بھی ہوئے جن سے خواجہ اور راجہ کے درمیان کشمکش پیدا ہو گئی۔ خواجہ معین الدین چشتی کا ایک مرید راجہ کے یہاں ملازم تھا اسے راجہ نے پریشان کرنا شروع کیا۔ خواجہ نے اسے ظلم سے باز رہنے کی نصیحت کی۔ مگر راجہ نے اس نصیحت پر عمل کرنے کی بجائے غضبناک ہو کر کہا کہ: یہ شخص کسی طرح یہاں سے چلا جاتا تو بہت ہی اچھا ہوتا۔ یہ شخص یہاں آکر غیب کی باتیں کرتا ہے۔

راجہ کی یہ گستاخی جب خواجہ کے کانوں تک پہونچی تو آپ نے عالمِ جلال میں ارشاد فرمایا: پتھورا را زندہ گرفتیم ودادیم۔

(سیر الاقطاب ومونس الارواح وفوائد السالکین، واخبار الاخیار وسیر الاولیاء)

بابا فرید الدین مسعود گنج شکر اپنے پیرومرشد خواجہ قطب الدین بختیار کاکی دہلوی کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ:

ایک مرتبہ میں (خواجہ قطب الدین بختیار کاکی) خواجہ معین الدین کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ ان دنوں رائے پتھورا (پرتھوی راج چوہان) زندہ تھا اور کہا کرتا تھا: کیا ہی اچھا ہوتا کہ یہ فقیر (خواجہ معین الدین) یہاں سے چلے جائیں۔ یہ بات ہر شخص سے کہا کرتا تھا۔

پہنچتے پہنچتے خواجہ معین الدین چشتی تک بھی یہ خبر پہنچ گئی۔ اِس وقت آپ حالتِ سکر میں تھے۔ فوراً آپ نے مراقبہ کیا اور مراقبہ ہی کی حالت میں آپ کی زبان پر یہ کلمات جاری ہوئے: پتھورا را زندہ گرفتیم ودادیم۔ ہم نے رائے پتھورا کو زندہ ہی گرفتار کر کے مسلمانوں کے حوالہ کیا۔ (ملفوظاتِ خواجگان چشت)

ایک دن راجہ نے خواجہ کے پاس یہ پیغام بھیج دیا کہ:

آپ کل (محرم ۵۸۸ھ) اجمیر سے چلے جائیں۔

جواب میں خواجہ نے راجہ کے پاس یہ کہلا بھیجا:

ہم تو جاتے ہیں مگر تم کو نکالنے والا شہاب الدین غوری عن قریب آتا ہے۔ (اضافاتِ حمید)

خراسان میں سلطان شہاب الدین غوری نے ایک شب خواب دیکھا کہ: سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی اس سے فرما رہے ہیں:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے تجھے ہندوستان کی سلطانی بخش دی ہے۔ اس کی طرف جلد توجہ کر اور راجہ رائے پتھورا کو زندہ گرفتار کر۔ (سیر الاقطاب)

ادھر قنوج کا راجہ جے چند، راجہ رائے پتھورا کا شدید مخالف تھا۔ اس نے اپنے قاصدوں کے ذریعہ شہاب الدین غوری کو دعوت دی کہ رائے پتھورا (پرتھوی راج چوہان) پر حملہ کا نہایت مناسب وقت ہے۔ میرا ہر طرح کا تعاون آپ کے ساتھ ہے۔ دیگر تفصیلات قاصدوں کے ذریعہ معلوم کر لیں۔

شہاب الدین غوری، غزنی (افغانستان) سے پوری تیاری کے ساتھ ۵۸۸ھ مطابق ۱۱۹۲ء میں ایک لاکھ چند ہزار لشکر کے ساتھ ترائن (پنجاب) میں آ کر خیمہ زن ہوئے۔ رائے پتھورا بھی ڈیڑھ سو راجاؤں کے ساتھ تین لاکھ سے زیادہ کا لشکرِ جرار لے کر میدان جنگ میں مقابلہ کے لئے صف آرا ہو گیا۔ گھمسان کا رن پڑا۔ دونوں فوجوں نے اپنی اپنی بہادری کے جوہر دکھائے لیکن شہاب الدین کی شجاعت اور جنگی حکمتِ عملی غالب رہی۔ سلطان شہاب الدین غوری کو فتح اور راجہ پرتھوی راج کو شکست ہوئی۔ راجہ نے میدانِ جنگ سے بھاگنا چاہا مگر اسے زندہ گرفتار کر کے تہِ تیغ کر دیا گیا (تاریخ فرشتہ، از محمد قاسم فرشتہ)

اس جنگ سے شاندار فتح کا آغاز ہوا جس نے شمالی ہند کا نقشہ پلٹ دیا۔ مسلمانوں کی شان وشوکت میں اضافہ ہوا اور شہاب الدین غوری نے ہانسی، سرسوتی، اجمیر، دہلی کو بھی کچھ ہی دن میں فتح کر لیا۔ اور پھر شہاب الدین غوری کے مقرر کردہ عملہ نے دو تین سال کے اندر ہی بیانہ، گوالیار، قنوج، میرٹھ، علی گڈھ، بدایوں، کالپی، کالنجر، بنارس، اودھ، بہار، بنگال، گجرات، سب پر رفتہ رفتہ قبضہ کر کے انہیں اپنی حکومت میں شامل کر لیا اور مسلمانوں کا ان سارے علاقوں میں عروج ہو گیا۔

جس وقت شہاب الدین غوری اپنی فتح کے بعد اجمیر شہر میں داخل ہو رہا تھا تو سورج غروب

ہو رہا تھا اور اس نے خلافِ توقع چند ہی لمحوں بعد سنا کہ کہیں سے اللہ اکبر کی صدا بلند ہو رہی ہے۔

اس نے معلوم کیا تو پتہ چلا کہ یہاں ایک درویش آئے ہوئے ہیں، جن کی برکتِ دعوت وتبلیغ سے بہت سے لوگ مسلمان ہو چکے ہیں۔ شہاب الدین غوری تیزی کے ساتھ اس جگہ پہنچا جہاں سے اللہ اکبر کی صدا بلند ہو رہی تھی۔ اس نے دیکھا کہ نمازِ مغرب کے لئے جماعت کھڑی ہے اور ایک درویش امامت فرما رہے ہیں۔

شہاب الدین غوری لپک کر شریکِ جماعت ہوا۔ جماعت ختم ہونے کے بعد اچانک یہ دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے کہ یہ درویش (خواجہ معین الدین چشتی) وہی ہیں جنہوں نے اسے خواب میں فتح وکامرانی کی بشارت دی تھی۔

شہاب الدین غوری نے بڑھ کر درویش کے قدموں پر اپنا سر رکھ دیا اور زار وقطار رونے لگا۔ کچھ دیر بعد جب کچھ سکون ہوا تو اس نے درخواست کی کہ مجھے اپنے غلاموں میں قبول کرلیا جائے۔ خواجہ معین الدین چشتی نے کرم فرماتے ہوئے اسے شرفِ بیعت سے سرفراز فرمایا۔

شہاب الدین غوری فتحِ ترائن کے بعد اجمیر پر رائے پتھورا کے لڑکے کو لاکر عہد وپیمان کے بعد اپنا باج گزار حاکم اور دہلی میں قطب الدین ایبک کو اپنا نائب مقرر کرکے ہندوستان سے واپس چلا گیا۔ اپنے وطن ہی میں ۳/ شعبان ۶۰۲ھ مطابق ۱۵/ مارچ ۱۲۰۲ء میں شہید ہوکر واصل بحق ہوا۔

لاہور و دہلی

۵۵۰ھ مطابق ۱۱۵۵ء میں جب خواجہ معین الدین چشتی بغداد شریف پہنچے اور غوثِ اعظم سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی سے ملاقات ہوئی اور گفتگو کے دوران جب خواجہ معین الدین چشتی نے اپنے اس عزم کا اظہار کیا کہ جلد ہی ہندوستان کا سفر کرنا ہے تو سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی نے فرمایا: اے معین! سرِ ہند پر ایک شیر بیٹھا ہے، اس سے ڈرنا۔

آپ کا اشارہ حضرت ابو الحسن علی بن عثمان ہجویری (داتا گنج بخش لاہوری) کی طرف تھا جنہیں آج پورے برصغیر ہندوپاک میں عقیدت کے ساتھ داتا گنج بخش کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور لاہور میں آپ کا مزار مرجع عوام وخواص ہے۔

۱۰/ محرم ۵۶۱ھ مطابق ۱۱/ نومبر ۱۱۶۵ء میں آپ مختلف بلاد وامصار کی سیر کرتے ہوئے

ملتان پہنچے۔ ملتان سے لاہور آ کر حضرت داتا گنج بخش لاہوری کے مزارِ مبارک پر آپ چالیس دن تک چلّہ کش ہوئے (چلہ کی یہ جگہ بطور تبرک و یادگار آج بھی موجود ہے) اور لاہور سے واپسی کے وقت آپ نے ایک مشہور اور تاریخی شعر ارشاد فرمایا:

گنج بخشِ فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا
ناقصاں را پیرِ کامل، کاملاں را راہنما

داتا گنج بخش ہجویری لاہوری کے مزار سے متصل خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کی چلہ کشی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ڈاکٹر اقبال نے کہا ہے۔

سیدِ ہجویر مخدومِ اُمم
مرقدِ اوپیرِ سنجر را حرم

۵۸۵ھ مطابق ۱۱۸۹ء میں خواجہ معین الدین چشتی نے بغداد شریف میں خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کو خواجہ ابواللیث سمرقندی کی مسجد میں بیعتِ خلافت سے اس وقت نوازا تھا جب شیخ شہاب الدین سہروردی، شیخ داؤد کرمانی، شیخ برہان الدین محمد چشتی، شیخ تاج الدین محمد اصفہانی موجود تھے۔ اور بیعت ِارادت سے اصفہان (موجودہ ایران کا مشہور شہر) کے اندر ۵۸۲ء مطابق ۱۱۸۶ء میں سرفراز فرما چکے تھے۔

بغداد ہی میں ۵۸۵ھ کا ایک دوسرا واقعہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی بیان فرماتے ہیں:

ایک مرتبہ شیخ معین الدین چشتی، شیخ اوحدالدین، شیخ شہاب الدین عمر سہروردی اور میں ایک جگہ سبھی بیٹھے ہوئے تھے۔ اس وقت شمس الدین التمش بارہ سال کا لڑکا تھا اور ہاتھ میں پیالہ لیے جا رہا تھا۔ ان بزرگوں کی جب اس پر نظر پڑی تو خواجہ معین الدین چشتی نے فرمایا:

جب تک یہ لڑکا دہلی کا بادشاہ نہ ہوگا اللہ اسے دنیا سے نہ اٹھائے گا۔ (فوائد السالکین)

نظامِ قدرت دیکھیے کہ ایک ہی وقت میں خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اور سلطان شمس الدین التمش دونوں ایک ساتھ ہی دہلی پر حکمرانی کر رہے تھے۔ ایک روحانی تاجدار تھا تو دوسرا دنیاوی بادشاہ۔ اور دونوں ہی سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی کے عقیدت کیش غلام اور دریوزہ گر تھے۔

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی دہلوی نے بارگاہِ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری میں اپنی

حاضری کا اشتیاق ظاہر کرتے ہوئے ایک بار لکھا کہ:

میں آپ کی زیارت کے لئے حاضرِ خدمت ہونا چاہتا ہوں۔ اگر ارشاد ہو تو حضور کی قدم بوسی کا شرف حاصل کروں؟ (تاریخ فرشتہ، از محمد قاسم فرشتہ)

اس درخواست کے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا:

دہلی کا کارِ ولایت تمہارے سپرد ہے۔ تم وہیں اقامت پذیر رہو۔ کچھ دنوں بعد ہم خود دہلی آئیں گے۔ (سفینۃ الاولیاء)

جب خواجہ معین الدین چشتی دہلی تشریف لائے اور خواجہ قطب الدین بختیار کاکی دہلوی کی خانقاہ کو زینت بخشی تو شہر کے عوام و خواص زیارت کے لئے حاضر ہونے لگے اور سلطان شمس الدین التمش نے بھی نیازمندانہ حاضری دے کر قدم بوسی کی۔

اسی سفر کے دوران مرشدِ کامل حضرت خواجہ عثمان ہارونی ۶۱۱ھ میں دہلی میں رونق افروز ہوئے، جس کا ذکر کرتے ہوئے خواجہ معین الدین چشتی اپنی کتاب گنج اسرار میں تحریر فرماتے ہیں:

میں بحالتِ مسافرت بائیس ۲۲ سال تک بہ سلسلہ حصول معرفت و اصلاحِ باطن اپنے پیر و مرشد خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ دوران مسافرت حاضر خدمت رہا۔ مدتِ مدیدہ کے بعد خواجہ عثمان ہارونی شہر دہلی تشریف فرما ہوئے اور بتاریخ غرہ ماہ ذی الحجہ ایک تنہائی کی جگہ حضرت نے اعتکاف فرمایا۔

اس مصنف نے اپنے واسطے مقام خلوت و سکونت کے لئے عرض کیا۔ حضرت نے فرمایا:

معین الدین! چندروز اور ہماری صحبت میں رہو تا کہ تربیت و تلقین کی استقامت سے عالم سیر و طیر تک پہنچادوں۔ بعد ازاں اجمیر میں سکونت پذیر ہونا۔

اس گفتگو کے درمیان بتاریخ ۲ ماہ ذی الحجہ طالبِ صادق سلطان شمس الدین التمش، حضرت عثمان ہارونی کی ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ بعد ملاقات قسم کے ساتھ عرض کیا:

اس خدا کے لئے جس نے حضرت کو جان عطا فرمائی ہے اور حقیقت کے راستہ سے معرفتِ الٰہی کی طرف رہنمائی کی ہے، میں صدق دل سے حاضر ہوا ہوں۔ مجھے حقیقتِ الٰہی کی معرفت کی طرف لگنے کی پوری قوت کے ساتھ رہنمائی فرمایئے اور لطفِ بیعت و ارادت کے ساتھ میری تربیت فرمانا قبول فرمایئے۔

خواجہ عثمان ہارونی نے سلطان کو طالبِ صادق اور انسانِ کامل پا کر صحبتِ تربیت وکلاہِ اِرادت عطا فرمائی، خلیفۂ دہلی نے مدت تک صحبت وتربیتِ خواجہ عثمانی ہارونی سے مستفیض ہو کر کلی استقامت حاصل کر لی۔ خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ نے خدام درویشاں اضعف العباد معین الدین حسن سجزی سے فرمایا کہ:

طالبِ صادق سلطان شمس الدین التمش کی استقامتِ تربیت کے لئے آیات واحادیث وقولِ مشائخ، تعریفات، معانی، ادبیات، نظمات، منقولات واولیا کے سخن ہائے کبار سے ملفوظات تصنیف کرو جو سفر وحضر میں بادشاہ کے کام آئے اور اس کا دل تفرقہ وخطراتِ غیر اللہ، نفسانی سے بالکل باز رہے اور کشف وکرامات کے اظہار سے کمالیات کو پہنچے (گنج اسرار)

ازواج واولاد

خواجہ معین الدین حسن چشتی اجمیری نے خواب میں ایک بار دیکھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے ہیں:

اے معین الدین! تو ہمارے دین کا معین ہے۔ تجھے ہماری سنت نہیں چھوڑنی چاہیے۔

اس خواب میں آپ کو سنتِ نکاح کا حکم دیا گیا۔ جس کے مطابق ایک نیک بخت لڑکی امۃ اللہ سے ۵۹۰ھ میں آپ کا نکاح ہوا۔ بی بی امۃ اللہ دین دار اور پارسا عورت تھیں۔ ان کے بطن سے پیدا ہونی والی اولاد کے نام یہ ہیں۔

ابوالخیر خواجہ فخر الدین

خواجہ معین الدین چشتی کے بڑے صاحبزادے خواجہ فخر الدین چشتی کی ولادت ۵۹۱ھ میں ہوئی۔ علم ظاہری وباطنی سے آپ پورے طور پر آراستہ تھے۔ آپ اپنے والد ماجد کے خلیفہ بھی تھے۔ والد ماجد کے وصال کے بعد بیس سال تک جانشین کی حیثیت سے آپ نے لوگوں کو فیض پہنچایا۔ رزق حلال کے لئے آپ کاشت کاری کیا کرتے تھے۔ ۵ر شعبان ۶۶۱ھ میں بمقام سرواڑ شریف (ضلع اجمیر) آپ کا وصال ہوا۔

ابو صالح خواجہ حسام الدین

آپ خواجہ معین الدین چشتی کے دوسرے صاحبزادے ہیں، جو عہدِ طفلی ہی میں غائب ہو کر ابدالوں کے زمرے میں شامل ہو گئے تھے۔

بی بی حافظہ جمال

آپ خواجہ معین الدین کی چہیتی اور اکلوتی بیٹی ہیں۔ جو نہایت پاکیزہ فطرت، نیک طبیعت، عابدہ زاہدہ تھیں۔ آپ پر والد ماجد کی خصوصی نگاہِ شفقت وعنایت تھی۔ آپ کے ذریعہ مستورات کو کافی فیض پہنچا۔

شیخ رضی الدین عرف عبداللہ فرزند قاضی حمید الدین ناگوری سے آپ کا نکاح ہوا۔ وصال کے بعد اپنے والد ماجد کے مزار مبارک کے قریب ہی آپ کا مزار بھی ہے۔

نکاحِ ثانی

سید وجیہ الدین مشہدی جو اپنی صاحبزادی بی بی عصمۃُ اللہ کے مناسب رشتہ کے لئے متفکر تھے، انہوں نے ایک شب خواب دیکھا کہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

اے فرزند! رسولِ خدا کا حکم ہے کہ اس لڑکی کا نکاح شیخ معین الدین کے ساتھ کردو۔

خواجہ معین الدین چشتی سے سید وجیہ الدین مشہدی نے جب اس خواب کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: اگرچہ میں سن رسیدہ ہو گیا ہوں لیکن ارشادِ نبوی کے مطابق یہ رشتہ قبول کرتا ہوں۔

اس طرح خواجہ معین الدین چشتی کا دوسرا نکاح بی بی عصمۃُ اللہ سے ۶۲۰ھ میں ہوا جن سے ایک صاحبزادہ متولد ہوئے۔

ابو سعید خواجہ ضیاء الدین

خواجہ معین الدین چشتی کی حرم محترم بی بی عصمۃُ اللہ کے بطن سے خواجہ ضیاء الدین پیدا ہوئے، جن کا پچاس سال کی عمر میں وصال ہوا۔ درگاہِ خواجہ کے احاطہ میں آپ کا مزار ہے۔

خلفائے خواجۂ ہند

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، صوفی حمیدالدین ناگوری، شیخ صدر الدین کرمانی، شیخ محمد ترک نارتولی، شیخ علی سجزی، خواجہ یادگار محمد سبزواری، خواجہ عبداللہ بیابانی وغیرھم۔

سفرِ آخرت

عطائے رسول سلطان الھند خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کی دعوت وتبلیغ اور برکت وفیضان سے ہندوستان میں شان وشوکت کے ساتھ پرچم اسلام لہرانے لگا۔شرک و بت پرستی کے چراغ یکے بعد دیگرے بجھنے لگے اور شمع توحید کا اجالا ہر طرف پھیلنے لگا۔معبودانِ باطل سر کے بل اوندھے ہونے لگے اور معبودِ حقیقی کے سامنے لاکھوں انسان سر بسجود ہونے لگے۔آپ کے ذمہ جو عظیم خدمت سپرد ہوئی تھی اسے حسن وخوبی کے ساتھ پایۂ تکمیل تک پہنچا کر اپنے فرض سے سبک دوش ہونے کے آخری لمحات قریب آچکے تھے۔خالق و مالک سے وصال کا شوق غالب آچکا تھا۔زندگی کے ایام پورے ہو رہے تھے۔موت کا فرشتہ آنے والا تھا۔اس وقت آپ کی جو کیفیت اور جو حالات تھے ان کے بارے میں آپ کے احبُّ الخلفاء خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اس طرح بیان فرماتے ہیں:

جمعرات کا دن تھا اور یہی آخری صحبت تھی۔اجمیر کی جامع مسجد میں قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔اہل اللہ،معززین اور عقیدت مند سبھی موجود تھے۔ملک الموت پر بات چلی۔ارشاد ہوا کہ: ملک الموت کے بغیر دنیا کی کیا قیمت؟

لوگوں نے دریافت کیا کہ: ایسا کیوں؟ ارشاد ہوا کہ:

حدیث مبارک میں تحریر ہے کہ: موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست سے ملاتا ہے۔

اس موقعہ پر یہ بھی ارشاد ہوا کہ: دوستی حق کے معنی یہ ہیں کہ اسے دل سے یاد کیا جائے۔اس لئے دل پیدا کیے گئے ہیں۔خاص کر اس لئے کہ عرش کے گرد طواف کریں کیوں کہ محبت الٰہی کا دستور یہی ہے کہ اللہ رب العزت اپنے بندے سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے کہ: جس وقت میرا ذکر تجھ پر غالب ہو جاتا ہے تو میں تیرا عاشق ہو جاتا ہوں اور عشق سے مراد محبت ہے۔

اسی نشست میں فرمایا کہ:

اللہ والے آفتاب کی مانند ہیں۔ان کا نور تمام کائنات کو منور رکھتا ہے اور انہیں کی ضیا پاشیوں سے ہستی کا ذرہ ذرہ جگمگا رہا ہے۔

حضرت خواجہ یہ فرما کر رونے لگے،فرمایا کہ:

اس سرزمین میں جو پہنچایا گیا تو اس کا سبب یہی ہے کہ یہیں میری قبر بنے گی۔

چند روز اور باقی ہیں پھر سفر درپیش ہے۔

شیخ علی سجزی حاضر تھے۔ان کو حکم دیا کہ فرمان لکھا جائے اور ہمارے شیخ قطب الدین بختیار کاکی کو دیا جائے،تاکہ وہ دہلی جائیں۔ہم ان کو خلافت دیتے ہیں اور دہلی ان کے قیام کے لئے تجویز کرتے ہیں۔

پھر جب تحریر مکمل ہوگئی تو مجھے مرحمت فرمائی۔میں آداب بجالایا۔حکم ہوا کہ قریب آ۔میں اور نزدیک ہوگیا۔کلاہ اور دستار اپنے دستِ مبارک سے میرے سر پر بہ نفس نفیس رکھا۔حضرت خواجہ عثمان ہارونی کا عصائے مبارک اور خرقہ عنایت فرمایا،قرآن مجید اور اپنی خاص جانماز بھی عطا فرمائی۔

ارشاد فرمایا کہ:

یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس امانت ہے جو خواجگان چشت کے ذریعہ ہم تک پہنچی ہے۔میں تم کو یہ مقدس امانت سونپ رہا ہوں۔تم کو لازم ہے کہ جس طرح ہم نے ان چیزوں کو پوری ذمہ داری کے احساس کے ساتھ رکھا ہے تم بھی اسی طرح رکھو گے تاکہ کل قیامت کے دن خواجگان کے سامنے مجھے شرمندگی نہ اٹھانا پڑے۔

نیازمند پھر آداب بجالایا،دو رکعت نمازِ شکرانہ ادا کی۔

ارشاد ہوا:

جاؤ خدا کے سپرد کیا اور مقامِ عزت و بزرگی پر فائز کیا۔

اس کے بعد نصیحت فرمائی کہ:

چار باتیں بڑی خوبی کی ہیں۔ایک تو ایسی درویشی جس سے تونگری جھلکے۔دوسری،بھوکوں کا پیٹ بھرنا۔تیسری،حالتِ غم میں اظہار مسرت۔چوتھی اس درجہ کی مردمی کہ اگر کوئی دشمنی سے

پیش آئے تو جواب میں دوستی کا مظاہرہ کرے۔

پھر ارشاد فرمایا کہ: اہلِ محبت کا مقام یہ ہے کہ اگر کوئی نماز شبانہ کے متعلق دریافت کرے تو ازراہِ کسر نفسی یہ کہہ دے کہ اتنی فراغت ہی کہاں؟ میں تو ملک الموت کے گرد گھومتا ہوں جہاں کہیں اسے دشواری پیش آئے میں خود ہی اس کا بڑھ کر ہاتھ تھام لوں۔

حضرت خواجہ جب یہاں تک پہنچے تو میں اپنے دل میں سوچ رہا تھا کہ قدم بوس ہو کر روانگی کی اجازت چاہوں۔ کہ حضور کے قلبِ روشن پر میری بات واضح ہوگئی۔

فرمایا: آؤ! میں آگے بڑھا۔ قدم بوس ہوا۔ حضور نے فاتحہ پڑھی اور فرمایا:

آزردہ نہ ہو۔ اور مردانہ ہمت کے ساتھ رہو۔ پھر آداب بجالایا اور واپس ہوگیا۔

دہلی پہنچ کر میں نے وہیں سکونت اختیار کرلی۔ تمام شہر کے خاص و عام، صوفیہ، ائمہ سبھی قدم بوس میرے پاس آئے اور تعظیم و تکریم کی۔

ابھی چالیس دن ہی دہلی میں گذرے کہ ایک آنے والے نے خبر دی کہ میری روانگی کے بیس روز بعد حضرت (معین الدین چشتی) واصل بحق ہوئے۔

اس رات کو مصلیٰ پر نماز پڑھ کر لیٹ رہا، آنکھ لگ گئی۔ میں نے حضور کو خواب میں دیکھا۔ یہ سمجھو کو زمین عرش پر کھڑے ہیں۔ میں نے قدم بوس ہو کر کیفیتِ حال دریافت کی۔ ارشاد ہوا کہ:

خداوند تعالیٰ نے رحمت سے نوازا اور فرشتوں اور ساکنانِ عرش کے نزدیک جگہ دی۔ میں یہیں رہتا ہوں۔ (دلیل العارفین)

خواجۂ ہند خواجہ معین الدین حسن چشتی کا وصال ۶ ؍رجب ۶۳۳ھ ؍کو ہوا۔ اجمیر میں آپ کا مزار زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔

☆☆☆

تصوف وطریقت اور خدمتِ خلق

طریقت بجز خدمتِ خلق نیست
بہ تسبیح وسجادہ ودلق نیست

اسلام نے ساری مخلوق کو عیالُ اللہ یعنی اللہ کا کنبہ قرار دیا ہے۔اور اس کی نظر میں ساری نسلِ انسانی حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہے۔ایک ہی جان سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے سب کو پیدا فرمایا ہے اور اپنے کرمِ بے پایاں سے اس نے سبھی انسانوں کو رحم ومروت اور ہمدردی وغم گساری کے جذبات بھی مرحمت فرمادئے ہیں تاکہ وہ ایک دوسرے کے دکھ درد محسوس کر کے مصائب ومشکلات کے وقت ایک دوسرے کے کام بھی آسکیں۔

پیغمبر اسلام حضرت محمد رسول اللہ ﷺ وصحابہ وتابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے تزکیہ واحسان وتصوف وطریقت کے علم بردار وہ نفوس قدسیہ جنہیں تاریخ میں صوفیہ ومشائخ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ان کی حیات وحالات کا مطالعہ کرتے وقت قدم قدم پہ یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اپنی اصلاح اور تبلیغِ اسلام کے ساتھ اپنے اخلاق وکردار اور خلق خدا سے محبت وشفقت کے اعلیٰ نمونے اور ایسی قابلِ قدر روایات انہوں نے چھوڑی ہیں کہ ان پر صحیح طریقہ سے عمل کیا جائے تو آج بھی بیمار انسانیت کو شفا حاصل ہوسکتی ہے اور درماندہ حال خلقِ خدا کو سکون وراحت کی سانس نصیب ہوسکتی ہے۔

ہندوستان کے اندر صوفیہ ومشائخ کرام کے درمیان سلطان الہند عطاے رسول حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی اجمیری کی ذات گرامی ایک ممتاز ونمایاں حیثیت کی حامل ہے۔ بلکہ آپ سرزمین ہند پہ سرگروہِ اولیا اور سرخیلِ اصفیا ہیں۔اور آپ کی شانِ غریب نوازی سے ہندوستان کا بچہ بچہ واقف ہے۔آپ کے محبوب خلیفہ قطب الاسلام حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی چشتی دہلوی بیان فرماتے ہیں:

ایک بار میں نے معین الملۃ والدین حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی کا یہ ارشاد سنا کہ وہ اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ عثمان ہارونی چشتی کے یہ گراں قدر کلمات نقل فرما رہے تھے:

"اگر کسی شخص میں تین خصلتیں پائی جائیں تو سمجھ لو کہ وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بندہ ہے۔ سخاوت وشفقت اور تواضع۔ دریا جیسی سخاوت، آفتاب جیسی شفقت، زمین جیسی تواضع، (دلیل العارفین، مجلس نہم)

اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے دادا پیر شیخ حاجی شریف زندنی چشتی نیشاپوری کا یہ واقعہ پاسِ عہد و پیمان، اعانت و امدادِ فقرا و غربا و اسلوبِ دعوت و تبلیغ کا کتنا حسین مرقع ہے۔

"سات جوان بیٹیوں کا ایک غریب و پریشان حال باپ ایک دن بارگاہِ شیخ حاجی شریف زندنی میں آ کر عرض کرتا ہے کہ: میری مشکل آسان کی جائے۔

آپ نے اسے صبر وشکر کی تلقین کی کہ: آج جتنی تکلیف اٹھاؤ گے کل آرام پاؤ گے۔

اس نے پھر اپنی لڑکیوں کی شادی کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا: آج جاؤ کل آنا۔

.ب وہ شخص واپس ہونے لگا تو راستہ میں ایک آتش پرست ملا۔ اس نے حال پوچھا۔ غریب باپ نے اپنی سرگذشت سنائی۔ آتش پرست نے کہا: شیخ تو خود ہی نادار ہیں وہ تمہاری کیا مدد کریں گے؟ جاؤ شیخ سے کہو کہ وہ اگر سات سال تک میری خدمت گذاری کریں تو میں انہیں سات ہزار دینار دے سکتا ہوں۔ وہ غریب پھر واپس آیا اور اس نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔

حضرت شیخ حاجی شریف زندنی نے سنتے ہی فرمایا: سبحان اللہ! اس سے بہتر کیا ہوگا کہ میری سات سال کی خدمت گذاری کے بدلے کسی غریب حاجت مند کی ضرورت پوری ہو جائے۔

اس غریب کو ساتھ لے کر شیخ حاجی شریف زندنی فوراً آتش پرست کے پاس پہنچے۔ آتش پرست نے قاضی شہر کے پاس لے جا کر شیخ سے خطِ غلامی لکھوا لیا اور آپ معاہدہ کے مطابق آتش پرست کے یہاں رات کی پاسبانی کرنے لگے۔

حاکمِ وقت حضرت شیخ کا عقیدت مند تھا۔ اسے جیسے ہی اس واقعہ کا علم ہوا، سات ہزار دینار اور سات ہزار درہم آپ کی خدمت میں بھیج کر گزارش کی کہ سات ہزار دینار اس آتش پرست کو دے کر اس سے نجات حاصل کریں اور سات ہزار درہم اپنی ضرورت پر خرچ فرمائیں۔

شیخ حاجی شریف زندنی نے وہ تمام دینار و درہم فقرا و حاجت مندوں کے درمیان تقسیم کر دیا اور فرمایا کہ:

میں نے سات سال تک آتش پرست کی خدمت کا جو عہد کیا وہ تو مجھے پورا کرنا ہی ہے۔

آتش پرست کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے شیخ سے کہا کہ: آپ نے اس پیشکش سے فائدہ کیوں نہیں اٹھایا؟ جس سے آپ اس تکلیف سے بچ جاتے۔

شیخ حاجی شریف زندنی نے جواب دیا:

تم اس محنت اور تکلیف کی قدر ولذت کیا جانو؟ میرا رب فقر اور محنت کو پسند کرتا ہے اور میں اپنے رب کو پسند کرتا ہوں اور جس سے وہ راضی ہو اسی میں میرے لئے راحت ہے۔ اللہ دل جوئی کو پسند کرتا ہے اور دل جوئی کرنے والوں کو اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے۔

آتش پرست کے دل پر حضرت شیخ کی ان باتوں کا اتنا زیادہ اثر ہوا کہ اس نے اپنی خوشی سے آپ کو فوراً آزاد کر دیا اور کہا کہ: جائیے اور دل جمعی کے ساتھ اپنے رب کے کاموں میں مصروف رہیے اور اس کی رضامندی حاصل کیجیے۔

شیخ حاجی شریف زندانی نے یہ سن کر اس آتش پرست سے فرمایا: جب تم نے مجھے آزاد کر دیا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ تمہیں بھی دوزخ کی آگ سے آزاد فرمادے گا۔

آتش پرست نے جب دوزخ کی آگ سے آزادی کی خوش خبری سنی تو اس کا دل اسلام کی طرف اتنا مائل ہوا کہ وہ کلمۂ طیبہ پڑھ کر سچے دل سے مسلمان ہو گیا اور حضرت شیخ کی تعلیم وتربیت وفیضِ صحبت سے کچھ ہی دنوں بعد شیخِ کامل ہو گیا۔ (سیر الاقطاب)

خلقِ خدا کی حاجت روائی کے بارے میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی فرماتے ہیں، جس سے درویشی کے اسرار بھی کھلتے ہیں:

''درویشی اس بات کا نام ہے کہ اس کے پاس جو آئے اسے محروم نہ کیا جائے۔ اگر بھوکا ہے تو کھانا کھلایا جائے۔ ننگا ہے تو نفیس کپڑا پہنایا جائے۔ کسی شکل میں اسے خالی نہیں واپس کرنا چاہیے۔ اس کا حال پوچھ کر اس کی دل جوئی کرنی چاہیے۔ (دلیل العارفین)

حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی کے دل کے اندر بچپن ہی سے محبت وہمدردی اور غریب نوازی کا جذبہ موجزن تھا۔ شیر خوارگی کے وقت بھی آپ کی عجیب شان تھی۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ دودھ پینے کے زمانے میں بھی آپ کا یہ حال تھا کہ جب کوئی عورت اپنے شیر خوار بچہ کے ساتھ آپ کے یہاں آتی اور دودھ کے لئے اس کا بچہ جب رونے لگتا تو آپ فوراً اپنی مادرِ مہربان

کواشارہ کرتے۔جس کا مطلب یہ ہوتا کہ آپ اپنا دودھ اس بچے کو پلائیں۔آپ کی والدۂ محترمہ یہ اشارہ سمجھ کراس بچے کودودھ پلادیتیں۔جب بچہ دودھ پینے لگتا تو آپ بہت خوش ہوتے اور تبسم فرمانے لگتے۔

آپ کے بچپن ہی کا ایک واقعہ ہے۔اچھے کپڑوں میں ملبوس ہو کر آپ نماز پڑھنے عید گاہ جارہے تھے۔راستہ میں دیکھا کہ ایک اندھا بچہ پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے ہے۔آپ کو یہ دیکھ کر بڑا دکھ ہوا۔دل بے چین ہوگیا اور فوراً اپنے کپڑے اتار کر اسے پیش کردیا۔اس کے بعد اسے ساتھ لے کر عید گاہ پہنچے اور اس کی ہر طرح دل جوئی وخاطر داری کی۔

پندرہ سال کی عمر میں جب ایک بزرگ شیخ ابراہیم قندوزی کے فیضان اور نگاہِ کیمیا اثر سے حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے اندر روحانی انقلاب آیا تو آپ نے اپنا باغ اور پَن چکی جو آپ کا ذریعۂ معاش تھا اسے بھی فروخت کردیا اور باغ و پن چکی سے حاصل شدہ ساری رقم غربا وفقرا ومساکین اور محتاجوں کے درمیان تقسیم کردی۔

ایک بار ایک شخص غصہ کی حالت میں آیا اور آپ کے ایک مرید کو پکڑ کر سختی کے ساتھ اپنے قرض کی دائیگی کا مطالبہ کرنے لگا۔آپ نے اسے نرمی سے سمجھایا کہ جہاں اتنا صبر کیا ہے کچھ دن کا اسے اور موقع دے دو۔یہ تمہارا قرض ادا کردے گا۔مگر وہ شخص اور اکڑنے لگا،آخر آپ کو بھی جلال آگیا اور آپ نے اپنی چادر زمین پر بچھادی۔جو اچانک دینار ودرہم سے بھر گئی۔اس سے آپ نے فرمایا:اپنی رقم لے لو۔

اس نے اصل رقم سے کچھ زیادہ لینا چاہا تو اس کا ہاتھ خشک ہوگیا۔وہ رونے گڑگڑانے لگا۔آپ نے اس کی خطا معاف کی اور دو رکعت نماز پڑھ کر اس کے لئے دعا کی تو اس کا ہاتھ صحیح ہوگیا۔اور وہ آپ کا عقیدت مند وخدمت گذار بن گیا۔

(روایت حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی۔سیر الاقطاب)

ایک شخص آپ پر حملہ کی نیت سے آپ کے پاس پہنچا اور کہنے لگا کہ عرصہ سے قدم بوسی کی تمنا تھی۔اللہ کا شکر ہے کہ آج یہ عظیم سعادت میسر آئی۔

آپ نے ارشاد فرمایا:جس نیت سے آئے ہو اپنا کام کرو۔

وہ شخص یہ سن کر اتنا خوف زدہ ہوا کہ لرزنے لگا اور زمین پر گر کر عاجزی سے عرض کرنے لگا:

حضور!مجھے فلاں شخص نے آپ کو قتل کرنے کے لئے بھیجا ہے۔حالاں کہ میری ایسی کوئی

نیت نہیں تھی۔ یہ کہہ کر اس نے اپنے بغل سے خنجر نکالا اور آپ کے سامنے رکھ دیا۔

آپ نے اس سے فرمایا: کسی کا نام نہ لو اور نہ اس کا راز ظاہر کرو۔

اس نے قدموں پر سر رکھ دیا اور کہنے لگا:

میں سزا کا مستحق ہوں۔ آپ حکم دیجیے کہ لوگ مجھے مار ڈالیں۔

آپ نے ارشاد فرمایا:

اے عزیز! ہمارا شیوہ یہ ہے کہ ہمارے ساتھ جو شخص برائی سے پیش آتا ہے، اس کے ساتھ ہم بھلائیں سے پیش آتے ہیں۔ اور تم نے تو اپنی طرف سے کوئی برائی بھی نہیں کی۔

یہ کہہ کر آپ نے اس کا سر اٹھا کر اس کے لئے دعا کی۔ اس کا دل بدل گیا اور وہ آپ کا عقیدت مند خادم بن گیا۔ اس نے پینتالیس حج کیے اور مکہ مکرمہ میں اس کا وصال ہوا۔ (سیر الاقطاب)

ایک مظلوم ماں روتی بلکتی بارگاہِ حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی میں حاضر ہوئی۔ آپ اس وقت وضو فرمارہے تھے۔ عورت نے کہنا شروع کیا:

خدا کے واسطے میری فریاد سنیئے! حاکمِ شہر نے ناحق میرے لڑکے کو پھانسی دے دی ہے۔

آپ نے اس کی فریاد غور سے سنی۔

جب یقین ہوگیا کہ عورت کا بیان صحیح ہے تو آپ نے اپنا عصا ہاتھ میں لیا اور خُدام و مریدین کو ساتھ لے کر سیدھے مقتول لڑکے کے پاس پہنچے اور عصا سے اس کی گردن کو چھوتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اے مظلوم! اگر تجھے بے قصور مارا گیا ہے تو اللہ کے حکم سے زندہ ہوجا۔ اور پھانسی کے پھندے سے اتر کر نیچے آجا۔

ان الفاظ کا زبان سے نکلنا تھا کہ وہ مقتول زندہ وسلامت پھانسی کے تختہ سے نیچے اتر آیا اور فوراً آپ کے قدموں پر گر گیا اور کچھ دیر بعد ماں بیٹے دونوں خوش وخرم اپنے گھر واپس چلے گئے۔ (سیر الاقطاب)

ایک کسان کے کھیت کی پیداوار حاکمِ شہر نے ضبط کرلی اور کہا کہ شاہی فرمان کے بغیر تمہیں اس میں سے کچھ حصہ نہیں ملے گا۔ وہ کسان امداد وفریادرسی کے لئے بارگاہِ حضرت خواجہ معین الدین چشتی میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ:

اگر حضور اپنے خلیفہ قطب الدین بختیار کا کی کو سفارشی خط لکھ دیں تو یہ پریشانی ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گی۔

آپ نے کچھ سوچ کر ارشاد فرمایا:

اگرچہ سفارش سے تمہارا مقصد آسانی سے حل ہو جائے گا، مگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے کام کے لئے مجھے متعین کر دیا ہے، اس لئے تم میرے ساتھ دہلی چلو۔

راستہ میں ایک مسافر کو آپ کی اچانک روانگی کا علم ہوا تو اس نے فوراً دہلی پہنچ کر حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی کو آگاہ کر دیا۔ حضرت قطب صاحب نے سلطان الدین التمش کو آپ کی تشریف آوری کی اطلاع دی۔ اس نے دہلی میں آپ کا شاہانہ اور شاندار استقبال کیا۔

حضرت قطب صاحب نے تشریف آوری کا سبب پوچھا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ:

اس کسان کے کام سے دہلی آنا ہوا۔

انہوں نے عرض کیا کہ:

یہ کام تو یہاں کے خُدام بھی کر دیتے۔ اس کے لئے حضور کو تکلیف فرمانے کی ضرورت نہیں تھی۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی نے ارشاد فرمایا:

یہ کسان میرے پاس آیا تو بہت رنجیدہ تھا۔ میں نے مراقبہ کر کے دربارِ خداوندی میں اس کے لئے عرض کیا تو غیبی حکم ملا کہ:

رنج و غم میں شریک ہونا عین بندگی ہے۔ پس میں بہ سبب بندگی حق یہاں آیا ہوں۔

حضرت خواجہ قطب صاحب نے عرض و معروض کے بعد خود سلطان شمس الدین التمش کے پاس جا کر کسان کا معاملہ کسان کے حق میں طے کرایا۔

انسان دوستی اور شان غریب نوازی کا جلوہ حضرت خواجہ معین الحق والدین غریب نواز چشتی اجمیری کی ان تعلیمات و ہدایات میں بھی ملتا ہے:

"مصیبت زدہ لوگوں کی فریاد سننا، ان کا ساتھ دینا، حاجت مندوں کی ضرورت پوری کرنا، بھوکوں کو کھانا کھلانا، اسیروں کو قید سے چھڑانا، یہ باتیں اللہ کے نزدیک بڑا مرتبہ رکھتی ہیں۔"

اپنے لئے دنیاوی مال و متاع کے سلسلہ میں حضرت خواجہ غریب نواز و دیگر صوفیہ و مشائخ کا جو مسلک تھا وہ شیخ الاسلام حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر چشتی خلیفۂ حضرت قطب الدین

بختیار کاکی چشتی دہلوی کے اس خیال سے ظاہر ہو جاتا ہے:

''زکوٰۃ تین طرح کی ہوتی ہے۔ زکوٰۃِ شریعت، زکوٰۃِ طریقت، زکوٰۃِ حقیقت۔ زکوٰۃِ طریقت یہ ہے کہ ہد وسو درہم اپنے پاس رکھا جائے اور بقیہ سب خدا کی راہ میں خرچ کر دیا جائے۔ اور زکوٰۃِ حقیقت یہ ہے کہ سب کا سب راہ خدا میں دے دیا جائے اور اپنے پاس اللہ ورسول کے سوا کچھ بھی نہ رکھا جائے۔ (سیر الاقطاب)

اور دوسرں کے تعلق سے ان نفوسِ قدسیہ کا یہ شیوہ تھا کہ حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی چشتی دہلوی اپنے مرشدِ طریقت وحقیقت، عطائے رسول، سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے بارے میں اپنا یہ تجربہ ومشاہدہ بیان کرتے ہیں کہ:

''میں نے مدت تک آپ کی خدمت کی، مگر کسی سائل یا فقیر کو کبھی آپ کے در سے محروم جاتے نہیں دیکھا۔'' (مسالک السالکین)

صدیوں بعد آج بھی آپ کے فیضانِ عام اور شان غریب نوازی کا یہ حال ہے کہ

خواجۂ ہند وہ دربار ہے اعلیٰ تیرا
کبھی محروم نہیں مانگنے والا تیرا
(مولانا حسن رضا بریلوی)

☆☆☆

ملفوظات وارشاداتِ مشائخ چشت اہلِ بہشت

ملفوظاتِ خواجگانِ چشت اہلِ بہشت کا ایک مجموعہ "ہشت بہشت" اربابِ تصوف وطریقت کے درمیان معروف ومتداول ہے۔آٹھ خواجگانِ چشت کے ملفوظات کا یہ مجموعہ شریعت وتصوف وطریقت وحقیقت کے اسرار وحقائق کا گنجینہ ہے۔ہندو پاک سے ہشت بہشت کی مسلسل اشاعت ہوتی رہتی ہے۔اس کی ترتیب اور قدرے تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

(۱) انیسُ الارواح۔ملفوظاتِ خواجہ عثمان ہارونی۔مرتب ومؤلف خواجہ معین الدین چشتی اجمیری۔

(۲) دلیلُ العارفین۔ملفوظاتِ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری۔مرتب ومؤلف خواجہ قطب الدین بختیار کاکی چشتی دہلوی

(۳) فوائدُ السالکین۔ملفوظاتِ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی۔مرتب ومؤلف خواجہ فرید مسعود گنج شکر

(۴) راحتُ القلوب۔ملفوظاتِ خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر۔مرتب ومؤلف محبوب الٰہی نظام الدین اولیا چشتی دہلوی

(۵) اسرارُ الاولیا۔ملفوظاتِ خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر۔مرتب ومؤلف خواجہ بدر الدین اسحاق غزنوی

(۶) افضلُ الفوائد (حصہ اول) ملفوظاتِ محبوب الٰہی نظام الدین اولیا۔مرتب ومؤلف، خواجہ امیر خسرو دہلوی۔راحتُ المحبین (حصہ دوم)

(۷) فوائد الفواد۔ملفوظاتِ محبوب الٰہی نظام الدین اولیا۔مرتب ومؤلف امیر حسن علاء سجزی حصہ اول تا پنجم

(۸) مفتاحُ العاشقین۔ملفوظاتِ خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلی۔

اصحابِ دین وتقویٰ وارباب علم وفضل کا سینہ حقائق معارف کا گنجینہ، اسرار ودقائق کا خزینہ اورعشق وعرفان کا مدینہ ہوا کرتا ہے۔ان کا قلب ودماغ سمندر کی موجوں کی طرح رواں دواں ہوتا ہے۔اور ان کی نگاہِ کیمیا اثر کی تاثیر کسی بھی ظلمت کدہ کوبقعۂ نور بناتے وقت آفتاب کی شعاعوں سے زیادہ تیز ہوتی ہے۔ان کی زبانِ مبارک سے جوکلمات ادا ہوتے ہیں وہ بیمار اذہان وقلوب کے لئے نسخۂ شفااور وادیِ زیغ وضلال میں بھٹکنے والوں کے لئے سراپاہدایت ہوتے ہیں۔

مشائخِ چشت اہلِ بہشت کی محفلِ علم وحکمت ولباسِ فقرودرویشی میں اخلاص وتقویٰ، تسلیم ورضا، استغناوتوکل، صبروقناعت، عشق ومحبتِ الٰہی، اتباعِ سنتِ نبوی، دنیاواہل دنیا سے بے نیازی اور فکرِ آخرت کے جوتابندہ نقوش وآثار ملتے ہیں وہ ہم سب کے لئے یقیناً نسخۂ ہدایت ودرسِ عبرت وموعظت اور سامانِ آخرت ہیں۔

اس لئے ہمیں چاہیے کہ جس حد تک بھی ممکن ہو سکے دنیاوی آلائشوں سے اپنے آپ کودور رکھ کر ان مجالسِ خیروبرکت کے ذریعہ اپنے دل کا زنگ مٹاکر اسے ایک صاف وشفاف آئینہ بنانے کی کوشش کریں۔کیوں کہ حقیقت یہ ہے کہ ہماری اس چندروزہ زندگی کی سرگرمیوں کا مرکز ومحور آخرت ہے اور صرف آخرت ہے اوراسی میں ہماری دنیااوردین دونوں کی بھلائی ہے۔

آیئے !اور چشم بصیرت سے دیکھیے کہ مشائخِ چشت اہلِ بہشت کے ملفوظات وارشادات کے اندر دین ودانش، مہرومحبت، حقیقت ومعرفت اور فقرودرویشی کے کیسے کیسے لعل وگوہر پوشیدہ ہیں، جن کی درخشندگی ہماری بصارت کو ہی خیرہ نہیں کرتی بلکہ بصیرت کوبھی باطنی انوار وتجلیات کی بیش بہانعمت اورانمول دولت عطا کرتی ہے۔

(۱) حضرت خواجہ عثمان ہارونی نیشاپوری چشتی

قرآن شریف کی باربار تلاوت کرنی چاہیے کیوں کہ اس سے نگاہوں کا کفارہ اداہوتا ہے اوردوزخ کی آگ کے لئے آڑاور پردہ ہے۔تلاوتِ قرآن میں جوشخص مصروف ہوتا ہے اس کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ بہشت کے دروازے کھول دیتا ہے اور خوف کے ساتھ جوکچھ وہ پڑھتا ہے اس کے بدلے میں اللہ تبارک وتعالیٰ ایک فرشتہ پیدا فرماتا ہے جوقیامت تک تسبیح پڑھتا ہے۔اورتلاوت کرکے اس کے ذریعہ علمِ قرآن حاصل کرنے والا شخص خدا سے اتنا قریب ہوتا ہے جتنا دوسرا نہیں ہوتا۔(انیس الارواح)

رزقِ حلال کھاؤ۔حلال کمائی کا کپڑا پہنو۔توبہ کرو۔حرام کمائی کا کپڑا نہ پہنو۔جب تم ایسا کرو گے تو بہشت میں سات دروازوں میں سے ایک دروازہ تمہارے لئے کھول دیا جائے گا اور تمہاری نماز کو قبول کیا جائے گا۔(انیس الارواح)

رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ:

جو شخص مصیبت پر آہ وزاری کرتا ہے اس پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے۔

مشائخِ طبقات نے کہا ہے کہ:

مصیبت میں آہ وزاری کرنا کفر ہے۔جو شخص ایسا کرتا ہے اس کا نام منافق مومنوں میں لکھا جاتا ہے۔اور مصیبت کے وقت شور وفغاں کرنے والے شخص پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے۔

جو شخص مصیبت کے وقت اپنا گریبان چاک کرے اس کی طرف اللہ تعالیٰ نظرِ رحمت نہیں فرماتا۔اور قیامت کے دن اس کو سخت عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔(انیس الارواح)

صدقہ بہشت کی سیدھی راہ ہے۔جو شخص صدقہ دیتا ہے وہ اللہ کی رحمت سے قریب ہوتا ہے۔

خواجہ حاجی شریف زندنی کے جماعت خانہ میں، میں نے دیکھا۔صبح سے شام تک آنے جانے والوں کے لئے کوئی چیز مہیا نہ ہوتی تو خادم سے آپ فرماتے کہ:

پانی پلادو تا کہ یہ دن خالی نہ جائے۔

اے درویش! سخی آدمی پر زمین فخر کرتی ہے اور زمین پر جب سخی چلتا ہے تو اس کے اعمال نامہ میں نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

جس وقت کوئی آدمی کسی پیاسے کو پانی پلاتا ہے اس وقت اس کے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔گویا کہ وہ ابھی ماں کے شکم سے نکلا ہے۔اور بغیر حساب کے بہشت میں جائے گا اور اگر وہ اسی دن فوت ہو جائے تو اسے شہادت کا درجہ ملے گا۔

جو شخص کسی بھوکے کو کھانا کھلائے اس کی ہزار حاجتیں اللہ تبارک وتعالیٰ پوری فرماتا ہے۔دوزخ کی آگ سے آزاد فرماتا ہے۔اور بہشت میں اس کے لئے ایک محل بناتا ہے۔(انیس الارواح)

مومن وہ شخص ہے جو تین چیزوں کو دوست رکھے۔اول:موت، دوم: درویشی، سوم:فاتحہ۔پس جو شخص ان تینوں چیزوں کو دوست رکھتا ہے، فرشتے اسے دوست رکھتے ہیں اور اس کا بدلہ بہشت ہوتا ہے۔

میں نے خواجہ مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنا ہے کہ:

اللہ تعالیٰ تین گروہوں کی طرف رحمت سے دیکھتا ہے اور وہ لوگ عرش کے نیچے ہیں۔اول: وہ لوگ جو ہمیشہ ہمت کرتے ہیں۔دوسرے: وہ جو ہمسایوں اور عورتوں کو خوش رکھتے ہیں۔تیسرے: وہ جو درویشوں اور عابدوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔

اس مومن سے اللہ تبارک وتعالیٰ خوش ہوتا ہے جو مومن کی ضرورت پوری کرے اور بہشت میں اس کا مقام ہوگا۔

جو شخص مومن کی عزت کرتا ہے اس کی جگہ بہشت میں ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے۔اگر بندہ کسی کی جوتی سیدھی کرے یا مومن کے پاؤں سے کانٹا نکالے تو اللہ تعالیٰ اسے صدیقوں اور شہیدوں میں شمار فرماتا ہے۔(انیس الاراح)

لڑکیاں خدا کا تحفہ ہیں۔اس لئے جو شخص انھیں خوش رکھتا ہے اسے اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔اللہ جس سے خوش ہوتا ہے اسے لڑکیاں عطا فرماتا ہے اور جو شخص لڑکیاں پیدا ہونے پر خوشی کا اظہار کرے اس کی یہ خوشی خانۂ کعبہ کی ستر بار زیارت سے بھی زیادہ افضل ہے۔اور جو والدین اپنی لڑکیوں کے ساتھ شفقت سے پیش آتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت برستی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

جس شخص کے یہاں ایک لڑکی ہوگی قیامت کے دن اس کے اور دوزخ کے درمیان پانچ سو سال کی راہ کا فرق ہوگا۔(انیس الارواح)

علم کی دو قسمیں ہیں۔ایک خاص خدا کے لئے علم حاصل کرنا۔اور دوسرا عام قسم کا علم ہے۔

علم کی ایک بات سننا سال بھر کی نفل عبادت سے بہتر ہے اور محفل علم میں بیٹھنا غلام آزاد کرنے کے ثواب کے برابر ہے۔علم اندھے کے لئے رہنما اور بہشت کی راہ کا ہادی ہے۔(انیس الارواح)

امام اعظم ابوحنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ تیس سال تک رات کو نہیں سوئے اور آپ کا پہلوئے مبارک زمین پر نہیں لگا۔

امام اعظم ابوحنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ ایک بار کعبہ کے دروازے پر آئے اور عرض کیا کہ:

دروازہ کھولا جائے تاکہ یہاں آج کی رات اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت کرلی جائے۔معلوم نہیں دوسری مرتبہ مجھے حج کی استطاعت ہوگی یا نہیں۔اس درخواست کے بعد

دروازہ کھل گیا۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اندر گئے۔ خانۂ کعبہ کے دوستونوں کے درمیان نماز ادا کرنے کے لئے کھڑے ہوئے اور دائیں پاؤں کو بائیں پاؤں پر رکھ کر آدھا قرآن شریف پڑھ کر رکوع وسجود پورا کر کے کہا۔ اے اللہ! میں نے تیری اس طرح اطاعت نہیں کی جیسا کہ تری اطاعت کا حق تھا اور نہ میں نے تجھے اس طرح پہچانا جیسا کہ تیرے پہچاننے کا حق تھا۔

غیب سے ندا آئی کہ:

اے ابوحنیفہ! تو نے پہچانا جیسا کہ پہچاننے کا حق تھا۔ میں نے تجھے، تیرے متبعین کو اور تیرے مذہب کے مقلدین کو مغفرت سے نوازا۔ (انیس الارواح)

تین طرح کے لوگ بہشت کی طرف نہیں آئیں گے۔ ایک جھوٹ بولنے والا درویش۔ دوسرا کنجوسی کرنے والا دولت مند۔ تیسرا خیانت کرنے والا تاجر۔ کیوں کہ ان تینوں کو سخت عذاب ہوگا۔ جب درویش جھوٹا اور دولت مند بخیل اور سوداگر خیانت کرنے والا بن جائے تو اللہ تعالیٰ دنیا سے برکت اٹھالیتا ہے۔ (انیس الارواح)

مرنے سے پہلے توبہ کرو۔ بعد میں افسوس کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ توبہ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک سچی توبہ ہے کہ اس کے بعد انسان گناہ کے قریب بھی نہ جائے۔ اور دوسری توبہ کہ آدمی توبہ کرے اور اسے توڑ ڈالے۔ اس دوسری توبہ سے کوئی فائدہ نہیں۔ (انیس الارواح)

(۲) حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری

شریعت کا آغاز یہ ہے کہ شریعت پر آدمی ثابت قدم ہو جائے۔ احکامِ شریعت پر پورے طور پر جو لوگ عمل کرتے ہیں اور اس میں کوئی کوتاہی اور تجاوز نہیں کرتے وہ اکثر دوسرے مرتبہ تک پہنچ جاتے ہیں جسے طریقت کیا جاتا ہے۔ جب بلا کم وکاست تمام احکام شریعت پر عامل ہونے کے ساتھ شرائطِ طریقت کے مطابق ثابت قدم ہو جاتے ہیں تو پھر معرفت کے درجہ تک پہنچ جاتے ہیں۔ جب درجۂ معرفت کو پہنچتے ہیں اور مقام معرفت میں ثابت قدم ہو جاتے ہیں تو پھر درجۂ حقیقت میں پہنچ جاتے ہیں اور اس مرتبہ تک پہنچ کر جو کچھ طلب کرتے ہیں اسے پا لیتے ہیں۔ (دلیل العارفین)

قرآن حکیم کی بڑی عظمت وفضیلت ہے۔ اس کی تلاوت ثواب اور اس کی تعظیم باعثِ

برکت وسعادت ہے۔

سلطان محمود غزنوی انار اللہ برھانہ کوایک باران کے وصال کے بعد خواب میں دیکھا۔ پوچھا کہ: اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ جواب دیا کہ:

میں ایک رات کسی قصبہ میں مہمان تھا۔ جس مکان میں ٹھہرا ہوا تھا وہاں طاق پر قرآن پاک کا ایک ورق رکھا ہوا تھا۔ میں نے سوچا کہ یہاں قرآن کا ایک ورق رکھا ہوا ہے اس کے احترام میں مجھے یہاں سونا نہ چاہیے۔ دل میں خیال آیا کہ اس ورق کو کہیں اور رکھوادوں۔ مگر پھر سوچا کہ یہ بڑی بے ادبی کی بات ہو گی کہ اپنے آرام کے لئے اسے کہیں اور رکھوادوں۔ اس خیال سے میں نے اسے کہیں اور نہیں رکھوایا۔

احترام قرآن میں رات بھر جاگتا رہا۔ میں نے قرآن حکیم کا جو ادب کیا اسی کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا۔ (دلیل العارفین، مجلس پنجم)

نماز مومن کی معراج ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔

(الصلوٰۃ معراجُ المومنین)

تمام مقاموں سے بڑھ کر یہی نماز ہے۔ نماز کے ہی ذریعہ لقائے ربانی کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ نماز ایک راز ہے جو بندہ اپنے پروردگار سے بیان کرتا ہے۔ قرب وہی پاسکتا ہے جو راز کے لائق ہو۔ یہ راز سوائے نماز کے کسی طرح حاصل نہیں کیا جاسکتا ہے۔

اہلِ عشق صبح کی نماز ادا کر کے جائے نماز پر سورج نکلنے تک قرار پکڑتے ہیں جس سے ان کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ اللہ کی نظر میں مقبول ہوں اور انوار کی تجلی ان پر دم بدم ہو۔

نماز ایک امانت ہے جو اللہ تعالیٰ نے بندوں کے سپرد کی ہے، اس لئے بندوں پر واجب ہے کہ امانت میں کسی قسم کی خیانت نہ کریں۔ جب انسان نماز ادا کرے تو اسے چاہیے کہ رکوع وسجود کماحقہٗ بجالائے اور ارکانِ نماز اچھی طرح ادا کرے۔

نماز دین کا رکن ہے اور رکن ستون ہوتا ہے۔ جب ستون قائم ہوگا تو گھر بھی قائم ہوگا اور ستون اگر ہٹ جائے گا تو چھت فوراً گر پڑے گی۔ چوں کہ اسلام اور دین کے لئے اہم منزل ستون ہے۔ اس لئے نماز کے اندر جب فرض، سنت، رکوع اور سجود میں خلل آئے گا تو حقیقتِ اسلام ودین میں بھی نقص وخرابی پیدا ہو جائے گی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

جس کی نماز نہیں اس کا ایمان نہیں۔ (دلیل العارفین)

دل وہ ہے جو اپنے حال سے فانی ہو اور مشاہدۂ حق میں باقی ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کے سارے اعمال پر غالب ہو۔ اپنے آپ پر اس کا اعتبار کچھ نہ ہو اور عرش تک اسے کچھ قرار نہ ہو۔ (دلیل العارفین)

عاشق کا دل محبت کا آتش کدہ ہوتا ہے۔ اس میں جو چیز جائے اسے جلا کر ختم کر دیتا ہے۔ کیوں کہ عشق کی آگ سے بڑھ کر کوئی آگ تیز نہیں۔

اہل محبت کو فریاد بوجہِ شوق و اشتیاق اس وقت تک رہتی ہے، جب تک وہ دوست سے مل نہ جائیں۔ کیوں کہ عاشق اسی وقت تک واویلا کرتا ہے جب تک معشوق سے اس کا وصال نہ ہو جائے۔

ندیوں میں بہتا ہوا پانی شور کرتا ہے۔ لیکن جب سمندر میں جا گرتا ہے تب آواز بند ہو جاتی ہے۔ اسی طرح عاشق کو معشوق کا وصال میسر آ جاتا ہے تو پھر وہ واویلا نہیں کرتا۔

محبت کی راہ ایسی راہ ہے کہ جو شخص عشق کی راہ میں پڑتا ہے اس کا نام و نشان نہیں ملتا۔ عشق و محبت میں جو گفتگو اور حرکت و مشغلہ ہے یہ اس وقت تک ہے جب تک باہر ہیں۔ جب اندر آ جاتے ہیں تو پھر آرام، خاموشی اور سکون حاصل ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ایسے عاشق بھی ہوتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کی دوستی اور محبت نے خاموش کر رکھا ہے۔ کیوں کہ وہ عالمِ موجودات سے بے خبر و بے نیاز ہو جاتے ہیں۔

محبت میں صادق وہ ہے کہ والدین اور خویش و اقربا سے قطع تعلق کر کے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے تعلق پیدا کرے۔

پس وہ شخص ہے جو کلامِ الٰہی کے حکم پر چلے اور دوستی حق میں ثابت قدم ہو۔

اللہ تعالیٰ کی دوستی اس بات سے پیدا ہوتی ہے کہ جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ دشمن جانتا ہے ان سے دشمنی کی جائے۔ مثلاً دنیا اور نفس۔

میں نے ملتان میں ایک بزرگ سے سنا ہے کہ:

اہل محبت کی توبہ تین قسم کی ہوتی ہے۔ اول: ندامت۔ دوم: ترکِ گناہ۔ سوم: ظلم اور لڑائی جھگڑے سے اپنے آپ کو پاک رکھنا۔ (دلیل العارفین)

حدیث شریف میں آیا ہے کہ:

صحبت کا اثر ضرور ہوتا ہے۔ اگر کوئی برا شخص نیکوں کی صحبت اختیار کرے تو امید ہے کہ وہ

نیک ہو جائے گا۔اور اگر نیک شخص بروں کی صحبت میں بیٹھے تو برا ہونے کا خطرہ ہے۔جس کسی نے کچھ حاصل کیا صحبت سے حاصل کیا اور جو نعمت حاصل ہوئی وہ نیکوں سے حاصل ہوئی۔نیکوں کی صحبت نیک کام سے بہتر ہے اور بروں کی صحبت برے کام سے بھی بری ہے۔(دلیل العارفین)

درویشی اس بات کا نام ہے کہ:اس کے پاس جو بھی آئے اس سے محروم نہ کیا جائے۔اگر بھوکا ہے تو کھانا کھلایا جائے۔اگر ننگا ہے تو نفیس کپڑا پہنایا جائے۔اسے کسی حال میں نہ خالی نہ جانے دیا جائے۔اس کا حال پوچھ کر اس کی دل جوئی ضرور کرنی چاہیے۔(دلیل العارفین)

عارفوں کا توکل یہ ہے کہ:

ان کا توکل اللہ کے سوا کسی پر نہ ہو اور نہ وہ کسی چیز کی طرف توجہ کریں۔متوکل حقیقت میں وہ ہے جو مخلوق کی مدد اور تکلیف کی شکایت نہ کرے۔

اہل توکل پر تجلیاتِ شوق میں ایک ایسا وقت آتا ہے کہ اگر انہیں اس وقت ریزہ ریزہ کر دیا جائے یا تلوار سے لہولہان کر دیا جائے یا کسی اور طرح سے تکلیف اور اذیت پہنچائی جائے تو انہیں مطلق خبر نہیں ہوتی۔(دلیل العارفین)

قبرستان میں قصداً کھانا کھانا یا پانی پینا وغیرہ گناہ کبیرہ ہے۔جو شخص قصداً کھائے وہ منافق اور ملعون ہے۔کیوں کہ قبرستان،حرص وہوس کا نہیں بلکہ عبرت کا مقام ہے۔

امام یحیٰ ابوالخیر زندوسی کے روضہ پر میں نے لکھا دیکھا ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

جو شخص قبرستان میں کچھ کھائے پیئے وہ ملعون اور منافق ہے۔(دلیل العارفین)

اے غافل!اس سفر کے لئے توشہ تیار کر جو تجھے در پیش ہے،یعنی موت۔بغیر ملک الموت کے دنیا کی قیمت جَو بھر بھی نہیں۔اس واسطے کہ حدیث شریف میں وارد ہے:موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست سے ملاقات کراتا ہے۔(دلیل العارفین)

چار چیزیں نہایت نفیس ہیں۔اول:وہ درویش جو غنا اور استغنا ظاہر کرے۔دوم:وہ بھوکا جو اپنے آپ کو شکم سیر ظاہر کرے۔سوم:وہ غمزدہ جو اپنے آپ کو مسرور ظاہر کرے۔چہارم:جس سے دشمنی ہو اسے دوست دکھائی دے۔(دلیل العارفین)

(۳) حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی چشتی

مجھے ابتدا میں قرآن شریف یاد نہیں تھا اس لئے طبیعت پریشان رہا کرتی تھی۔ ایک رات میری قسمت بیدار ہوئی اور میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی۔ فرطِ مسرت اور محبت میں اپنی آنکھوں کو آپ کے قدمِ مبارک پر مَلا اور زار زار روتے ہوئے عرض کی کہ یارسول اللہ! میری ایک التجا ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا: مجھے معلوم ہے۔ آپ نے میری حالت پر کرم فرماتے ہوئے حکم فرمایا کہ سر اٹھا۔ میں نے اپنا سر اٹھا دیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ سورۂ یوسف پڑھا کر تا کہ تمہیں قرآن شریف حفظ ہو جائے۔ اس کے بعد میری نیند کھل گئی اور پھر میں نے سورۂ یوسف پابندی سے پڑھنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ جلد ہی مجھے قرآن شریف حفظ ہو گیا۔ (فوائد السالکین)

جب لطفِ الٰہی کی نسیم چلتی ہے تو لاکھوں شرابیوں کو صاحبِ سجادہ بنا دیتی ہے اور بخش دیتی ہے۔ لیکن خدانخواستہ قہر کی ہوا چلے تو لاکھوں اصحابِ سجادہ کو راندۂ درگاہ بنا دیتی ہے اور سب کو شراب خانوں میں ڈھکیل دیتی ہے۔

پس اے بھائی! اس راہ میں بے غم نہیں ہونا چاہیے۔ یہ تو وہ راہ ہے کہ کامل سلوک والے بھی شب و روز ہر لمحہ فراق کے اندیشہ اور خود سے تحیر اور غمگینی کا شکار رہتے ہیں۔ کیوں کہ کسی کو نہیں معلوم کہ انجام کیا ہوگا۔

اگر شیطان ملعون کو اپنے انجام کی خبر ہوتی تو حضرت آدم علیہ السلام کو وہ بلاشبہ سجدہ کرتا۔ اور انکار نہ کرتا۔ لیکن اس ملعون کو چوں کہ اپنا انجام معلوم نہیں تھا اور اپنی طاعت پر بھی غرور تھا اس لئے اس نے کہہ دیا کہ میں خاکی کو ہرگز سجدہ نہ کروں گا۔ اس لئے وہ مردود و ملعون ہو گیا۔ اس کی ساری طاعت بے کار ہو گئی اور اس کے منہ پر ماردی گئی ہے۔ (فوائد السالکین)

جو شخص محبت کا دعویٰ کرے اور مصیبت کے وقت فریاد کرے وہ درحقیقت سچا دوست نہیں ہوتا بلکہ وہ جھوٹا ہے۔ اس واسطے کہ دوستی اس بات کا نام ہے کہ جو کچھ دوست کی طرف سے پیش آئے اس پر راضی رہے اور لاکھوں شکر بجالائے۔

میں نے حضرت شیخ معین الدین قدس سرہ کی زبانی سنا ہے کہ: راہِ سلوک میں یہ بات کہ جو

شخص محبت کرے اور محبت کا دعویٰ کرے وہ دوست کی طرف سے آزمائش اور مصیبت کو دل سے پسند کرتا ہے۔ کیوں کہ اہل معرفت کے نزدیک دوست کی مصیبت دوست کی رضا ہے۔

جس روز دوست کی مصیبت ہم پر نازل نہیں ہوتی تو ہم سمجھ لیتے ہیں کہ آج ہم سے یہ نعمت چھن گئی۔ کیوں کہ راہِ سلوک میں دوست کی طرف سے آئی ہوئی مصیبت دراصل دوست کی رحمت ہوتی ہے۔ (فوائدالسالکین)

سالک کے لئے دنیا سے بڑھ کر کوئی حجاب نہیں۔ اس واسطے کہ کوئی شخص اس وقت تک خدارسیدہ نہیں ہوتا جب تک کہ وہ دنیا میں مشغول رہے۔

اور اہلِ سلوک نے فرمایا ہے کہ:

بندہ اور خدا کے درمیان دنیا سے بڑھ کر اور کوئی حجاب نہیں۔ پس جو شخص دنیا میں دل لگا بیٹھے وہ اللہ تعالیٰ سے دور رہتا ہے۔ لوگ جس قدر دنیا میں مشغول ہوتے ہیں اسی قدرِ رحمت خداوندی سے جدا اور اس سے دور رہتے ہیں۔

دنیا کیسی بے وفا اور مکار ہے۔ دنیا سب کی دوست ہے لیکن درویش کی نہیں۔ کیوں کہ درویشوں نے دنیا کو رد کر کے اسے اپنے آپ سے دور کر دیا۔ (فوائدالسالکین)

جب کوئی شخص مجلس میں آئے تو جہاں خالی جگہ دیکھے وہیں بیٹھ جائے۔ کیوں کہ آئندہ بھی اس کی وہی جگہ ہوگی۔ یا حلقہ کے پیچھے بیٹھ جائے۔ لیکن اندر گھس کر بیٹھنے کی کوشش نہ کرے۔ (فوائدالسالکین)

شیخ اور مرشد کے اندر اس قدر دل کی قوت اور ضمیر کی کشش ہونی چاہیے کہ جب کوئی اس کے پاس بیعت ہونے کے لئے آئے تو اس پر واجب ہے کہ اپنی قوتِ باطنی سے اس شخص کے سینے کی دنیاوی آلائشوں کے رنگ کو صیقل کرے تا کہ جھوٹ، دغا، فریب، حسد، برائی اور دنیاوی عیوب اور نقائص اور کسی طرح کی کدورت اس کے سینے میں نہ رہے۔ اس کے بعد اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو معرفت کے اسرار سے واقف کر دے۔ اگر مرشد کو اتنی قوت حاصل نہ ہو تو اچھی طرح سمجھ لو کہ یہ پیر اور مرید دونوں گمراہی کے جنگل میں سرگرداں ہوں گے۔ (فوائدالسالکین)

اہلِ سلوک اپنی خصلتوں کے بارے لکھتے ہیں کہ:

آدمی ان چار چیزوں سے درجۂ کمال کو پہنچتا ہے۔ کم کھانا، کم سونا، کم بولنا، اور لوگوں سے کم میل جول رکھنا۔

غزنی کے ایک کامل درویش اپنا تجربہ بیان کرتے ہیں کہ: جب سے میں نے مذکورہ چار چیزوں پر عمل کیا ہے تب سے مجھے اتنی روشنی حاصل ہوئی کہ اگر کسی وقت آسمان کی طرف دیکھتا ہوں تو عرشِ عظیم تک کوئی پردہ نہیں رہتا ہے۔ اور جب کبھی زمین کی طرف نظر کرتا ہوں تو سطح زمین سے لے کر تحت الثریٰ تک جو کچھ اس میں ہے سب دکھائی دیتا ہے۔

اگر درویش عمدہ لباس نمائش کرنے کے لئے پہنے تو سمجھ لو کہ وہ درویش نہیں بلکہ راہِ سلوک کا راہزن ہے۔ اور جو درویش خواہش نفس کے لئے عمدہ کھانا پیٹ بھر کر کھائے تو یقین جانو کہ وہ بھی راہ سلوک میں جھوٹا اور خود پرست ہے۔ اور جو درویش کہ دولت مند سے میل جول رکھے اسے درویش نہ سمجھو بلکہ وہ راہِ طریقت سے منحرف ہے۔ جو درویش خواہش نفس کے لئے دل کھول کر سوئے اسے یقین سے جانو کہ نعمت سے محروم ہے۔

درویشی میں بڑا آرام ہے اور دنیاوی آفتوں سے حفاظت ہے۔ لیکن درویشی کے کام میں سختی بہت ہے۔ جس رات درویش کو فاقہ ہوتا ہے وہ اس کی معراج ہے۔ کیوں کہ اہلِ صفاد تصوف کا کہنا ہے کہ فقر کی معراج فاقہ کی رات میں ہوتی ہے۔ (فوائد السالکین)

جب انسان توبہ کرے تو پھر اِسے گناہوں سے میل جول نہیں رکھنا چاہیے جن سے وہ پہلے رکھتا تھا۔ تاکہ ان گناہوں میں دوبارہ نہ مبتلا ہو جائے۔ انسان کے لئے بری صحبت سے بڑھ کر اور کوئی چیز بری نہیں۔ کیوں کہ صحبت کی تاثیر ضرور ہو جایا کرتی ہے۔ جس گناہ سے انسان نے توبہ کر لیا ہے اس سے کنارہ کش رہ کر اسے دشمن خیال کرنا چاہیے۔ (فوائد السالکین)

جس دل میں خوفِ الٰہی ہوتا ہے اسے پاش پاش کر دیتا ہے۔

ایک دفعہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو کوئی بیماری اور پریشانی لاحق ہوئی۔ ہارون رشید نے ایک مشہور طبیب کو بلا بھیجا جو آتش پرست تھا۔ جب اس نے آ کر حضرت سفیان ثوری کے سینے پر ہاتھ رکھا تو نعرہ مار کر بے ہوش ہو گیا۔ اور گر پڑا۔

جب ہوش میں آیا تو کہا کہ: سبحان اللہ! دین محمدی میں ایسے مرد بھی ہیں جن کا دل خوفِ الٰہی سے پاش پاش ہو گیا ہے۔ اس طبیب نے فوراً کلمہ پڑھا۔ اور دینِ اسلام قبول کر لیا۔

جب یہ خبر ہارون رشید نے سنی تو کہا: میں نے تو طبیب کو بیمار کے پاس بھیجا تھا لیکن مجھے معلوم نہ تھا کہ بیمار کو طبیب کے پاس بھیج رہا ہوں۔ (فوائد السالکین)

اے فرید! تو دنیا اور آخرت میں ہمارا یار ہے۔ لیکن غافل ہر گز نہ ہونا کیوں کہ اہلِ سلوک کا فرمانا ہے کہ:

طریقت کی راہ بے حد دشوار اور پُر خطر ہے۔ جو شخص اس راہ میں قدم رکھے اگر وہ اہل سلوک کے فرمان کے مطابق عمل نہ کرے تو کبھی خدا رسیدہ نہیں ہو سکتا۔ اور جب تک عاجزی اور انکساری سے اندر آنے کی اجازت نہ مانگے وہ ہر گز باریاب نہیں ہو سکتا۔ اور جب تک سر کے بل نہ چلے وہ بارگاہِ الٰہی تک نہیں پہنچ سکتا۔ (فوائد السالکین)

(۴) حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر چشتی

اگر زندگی، زندگی ہے تو علم میں ہے۔ اگر راحت ہے تو معرفت میں ہے۔ اگر شوق ہے تو محبت میں ہے۔ اور اگر ذوق ہے تو علم میں ہے (اسرار الاولیاء)

دل زندہ بھی ہوتا ہے اور مردہ بھی۔ قرآن شریف میں ہے کہ:

دل دنیاوی مشاغل کی کثرت سے مردہ ہو جاتا ہے۔ اسے ذکرِ الٰہی سے زندہ کرو۔

جب دل دنیاوی لذتوں اور شہوتوں اور ماکولات و مشروبات میں مشغول ہو جاتا ہے تو اس پر غفلت کا اثر ہو جاتا ہے اور خواہش اس پر غالب آ جاتی ہے۔ ہر طرف سے دل میں خطرات آنے شروع ہو جاتے ہیں جو دل کو سیاہ کر دیتے ہیں۔ صرف یادِ الٰہی ایسی چیز ہے جس پر دل کی سیاہی کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ جب دل سیاہ ہو جاتا ہے تو گویا مردہ ہو جاتا ہے۔ جیسے کہ زمین میں شور زیادہ ہو جائے تو بیج قبول نہیں کرتی اور کہا جاتا ہے کہ یہ زمین مردہ ہے۔ اسی طرح سے جس دل سے ذکر چلا جائے اس پر نفسانیت کا غلبہ ہو جاتا ہے اور دل مردہ ہو جاتا ہے۔

ذکر صرف ذکرِ حق ہے اس کے سوا جو کچھ ہے غلط اور رُسوا کن ہے۔ ضروری ہے کہ دل حق کے سوا کچھ نہ سنے اور سننا مردہ کا نہیں بلکہ زندہ کا کام ہے۔ جس وقت انسان کے دل سے دنیوی خواہشات دور ہو جاتی ہیں اس وقت وہ ذاکر بنتا ہے اور اس وقت اس کا دل ذکر سے زندہ ہوتا ہے۔

جو درویش مال و مرتبہ اور دنیاوی ترقی چاہے وہ درویش نہیں بلکہ راہِ طریقت سے منحرف ہے۔ اس لئے کہ فقر و درویشی نام ہی دنیا سے روگردانی کا ہے (راحت القلوب)

مومنوں کا دل پاکیزہ زمین کی طرح ہے۔ اگر اس کے اندر تخمِ محبت بوئیں تو اس سے طرح طرح کی

نعمتیں پیدا ہوں گی۔ جس سے تم دوسروں کو حصہ دے سکتے ہو اور تمہارے لئے بھی وہ کافی ہوں گی (اسرار الاولیاء)

جب عالمِ نورانی سے تجلیِ الٰہی کے انوار و اسرار نازل ہوتے ہیں تو پہلے دل پر نازل ہوتے ہیں۔ اور جب دل اور زبان میں یکسانیت ہوتی ہے پھر ان پر عشق کے انوار برستے ہیں۔ اگر دل و زبان ایک دوسرے کے مطابق نہیں تو انوارِ محبت وہاں سے رخصت ہو جاتے ہیں اور ایسے دل پر انوار کی بارش ہوتی ہے جو زبان کے مطابق ہوتے ہیں۔ (اسرار الاولیاء)

اے درویش! جس روز اللہ تبارک وتعالیٰ نے زبان کو آدم علیہ السلام کے منہ میں رکھنا چاہا تو زبان سے فرمایا کہ: اے زبان! دیکھ، تیرے پیدا کرنے کا خاص مقصد یہ ہے کہ تو میرے نام کے سوا اور کوئی نام نہ لے۔ اور میرے کلام کے سوا کوئی کلام نہ پڑھے۔ اور اگر ان کے سوا کچھ اور کہا تو یاد رکھ کہ تو اور باقی اعضا سب کے سب گرفتارِ مصیبت ہوں گے۔

پس اے درویش! زبان صرف ذکرِ الٰہی اور تلاوتِ قرآن کے لئے بنائی گئی ہے۔

اور مشائخِ طبقات لکھتے ہیں کہ: انسان کے ہر عضو کے اندر شہوت اور خواہش ہے جو موجبِ حجاب و آفت ہے۔ جب تک ان شہوات اور خواہشات سے توبہ نہ کر لے اور تمام اعضا کو پاک نہ کر لے، ہرگز کسی مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا۔

اے درویش! سب سے بڑھ کر سعادت یہ ہے کہ: انسان اپنے نفس پر حکمراں ہو تا کہ نفس شہوت رانی نہ کر سکے۔ اس کام کے لئے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنی چاہیے۔ یہی درویش کے کام کا خلاصہ اور درویشی کا جوہر ہے۔ (اسرار الاولیاء)

حق تعالیٰ کی محبت ایسی ہونی چاہیے جیسے ابراہیم خلیل اللہ کو اپنے رب سے محبت تھی کہ دوستیِ حق کی خاطر اپنے فرزند کو قربان کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ اور جب وہ محبتِ حق میں ثابت قدم رہے تو حکمِ ربانی ہوا کہ لڑکے کی قربانی نہیں ہو گی بلکہ اس کے عوض ہم بہشت سے قربانی بھیجتے ہیں۔

اے درویش! محبتِ حق میں صادق وہ شخص ہے جو ہر وقت اس کی یاد میں محور ہے اور لمحہ بھر بھی اس کی یاد سے غافل نہ رہے۔

اہلِ سلوک کہتے ہیں کہ:

لوگ اسی چیز کا زیادہ ذکر کرتے ہیں جس سے انہیں محبت ہوتی ہے۔ تو جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتا ہے وہ اسے ہر وقت یاد کرتا ہے اور ایک لمحہ بھی غافل نہیں ہوتا۔

اے درویش! اگر اہلِ محبت کو دنیا کی تمام چیزیں آراستہ کر کے دے دی جائیں تو بھی وہ انہیں آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے۔ وہ صرف جمالِ حق کے طلب گار ہوتے ہیں۔ (اسرار الاولیاء)

میں نے ایک بزرگ کی زبانی سنا ہے کہ:

درویش وہ ہے جو اپنے دل کے خزانے کی تلاش کرے۔ پس اگر وہ موتی مل جائے جسے محبت کہتے ہیں تو وہ شخص درویش صفت ہو جاتا ہے۔

ایک مرتبہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ تک کس طرح پہنچ سکتے ہیں؟ فرمایا: اندھے پن، گونگے پن، اور بہرے پن سے۔ جس کے اندر ایسی صفات پائی جائیں اس کے بارے میں سمجھ لو کہ وہ خدا رسیدہ ہو گیا۔

اہلِ محبت کو چار مقام کے سوا اور کہیں قرار حاصل نہیں ہو سکتا۔

اول: گھر کے گوشے میں جہاں کسی کی مداخلت نہ ہو۔ دوسرے: مسجد میں جو دوستوں کا مقام ہے۔ تیسرے: قبرستان میں جو گناہ سے عبرت حاصل کرنے کی جگہ ہے۔ چوتھے: ایسی جگہ جہاں اس کے اور یادِ حق کے سوا کسی کا بھی گذر نہ ہو۔ (اسرار الاولیاء)

اگر دو شخص بھی اکٹھے ہوں تو نماز با جماعت پڑھنی چاہیے۔ اگرچہ دو آدمی کی جماعت تو نہیں ہوتی لیکن جماعت کا ثواب مل جاتا ہے۔ اگر صرف دو نمازی ہوں تو ایک صف میں کھڑے ہونا چاہیے۔

ایک مرتبہ میں اور بھائی بہاء الدین زکریا ملتانی، ملتان میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک صاحبِ نعمت بزرگ بھی وہاں موجود تھے۔ انہوں نے فرمایا:

جو شخص چار چیزیں اٹھا لیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے چار چیزیں اٹھا لیتا ہے۔ اول: جو زکوٰۃ اٹھالے، اللہ تعالیٰ اس سے مال اٹھا لیتا ہے۔ دوم: جو صدقہ اور قربانی نہ دے اللہ تعالیٰ اس سے سکون اٹھا لیتا ہے۔ سوم: جو نماز کو ترک کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی موت کے وقت اس سے ایمان چھین لیتا ہے۔ اور چہارم: جو دعا نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول نہیں کرتا۔ (راحت القلوب)

اے درویش! قرآن شریف کی تلاوت تمام عبادتوں سے افضل ہے اور دنیا و آخرت میں اس سے درجہ بلند ہوتا ہے۔ قرآن شریف کی تلاوت سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں۔ اس لئے لوگوں کو چاہیے کہ ایسی نعمت سے غافل نہ ہوں اور اپنے آپ کو محروم نہ رکھیں۔

قرآن شریف پڑھنے کے بہت سے فوائد ہیں۔ اس سے آنکھ کی روشنی بڑھتی ہے۔ ہر حرف

کے بدلے ہزار سال کا ثواب نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے اور اتنی ہی بدی اس کے نامۂ اعمال سے مٹائی جاتی ہے۔ جو شخص اللہ سے کلام کرنا چاہے اسے چاہیے کہ کلام اللہ میں مشغول رہے۔

نیک بخت بندہ وہ ہے:

جو دوست سے ہم کلام ہو اور دوست سے ہم کلامی کی سعادت تلاوتِ قرآن شریف سے حاصل ہوتی ہے۔

اور ہر روز ستر مرتبہ ہر انسان کے دل میں یہ ندا ہوتی ہے کہ:

اگر تجھے ہماری آرزو ہے تو سارے کام چھوڑ کر تلاوتِ قرآن میں مصروف ہو جا۔

لوگوں کو حضور اور مشاہدہ کی نعمت تلاوتِ قرآن سے حاصل ہوتی ہے۔ عالم کا بھید قرآن شریف پڑھتے وقت منکشف ہوتا ہے اور الفاظ و معانی پر جب وہ غور کرتا ہے تو اس پر قلم کا بھید واضح ہوتا ہے۔ آیتِ مشاہدہ یا آیتِ رحمت پڑھتے وقت تلاوت کرنے والا شخص دریائے مشاہدہ میں غوطہ زن ہوتا ہے اور لاکھوں نعمتیں حاصل کرتا ہے۔ اور جب عذاب سے متعلق آیت پر پہنچ کر غور کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے خوف سے اس طرح پگھلتا ہے جیسا کہ کٹھالی میں سونا۔

حضرت قطب الدین بختیار کاکی اوشی قدس سرہ قرآن شریف کی کسی وعید کی آیت پر چیخ مار کر بے ہوش ہو جاتے۔ جب ہوش میں آتے تو پھر قرآن شریف پڑھنے میں مشغول ہو جاتے۔

قرآن مجید پڑھنے کی برکت سے بہت سے لوگ بخش دیئے جاتے ہیں۔ جس نے کسی کو قرآن مجید پڑھایا اور جس نے قرآن مجید پڑھا اور جس نے قرآن مجید کو سنا۔ سب بخش دیئے جاتے ہیں۔

جس طرح انسان تنہائی میں کلام اللہ کا ذوق حاصل کرتا ہے اسی طرح قیامت کے دن تنہائی میں اس پر تجلیٰ ہوگی۔ (اسرار الاولیاء)

پہلا مذہب امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ دوسرا مذہب امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ تیسرا مذہب امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ چوتھا مذہب امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔

لوگوں کو چاہیے کہ ان چاروں مذاہب میں سے کسی ایک پر بھی شبہ نہیں کریں۔ تاکہ سنی مسلمان رہیں۔ اور اس بات کا یقین رکھیں کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب باقی تین مذاہب سے افضل ہے۔ (راحت القلوب)

فتاویٰ ظہیریہ میں ہے کہ:

جب مسلمانوں کے امام اعظم ابوحنیفہ نے آخری مرتبہ حج کیا تو سوچا کہ شاید آئندہ حج نہ کرسکوں۔ خانہ کعبہ کے دربان سے فرمایا کہ دروازہ کھول دیجئے اور اس بات کی اجازت دیجئے کہ میں اس کے اندر اللہ کی عبادت کروں۔ دروازہ کھولا گیا۔ آپ اندر گئے۔ تلاوت و عبادت کے بعد دعا کی کہ:

پروردگار! میں نے اس طرح عبادت نہیں کی جیسا کہ تیری عبادت کا حق تھا اور نہ ہی تجھے اس طرح پہچانا جیسا کہ تیرے پہچاننے کا حق ہے۔ تو مجھے معاف فرما۔

ہاتف نے آواز دی:

اے ابو حنیفہ! واقعی تو نے میری عبادت کی اور مجھے پہچانا۔ میں نے تمہیں بخش دیا اور انہیں بھی جو قیامت تک تمہارے مذہب کے پیرو ہوں گے۔ الحمد لِلّٰہ ہم آپ ہی کے مذہب کے ماننے والے ہیں۔ (راحت القلوب)

علما و مشائخ کی دوستی رسول خدا ﷺ کی دوستی ہے۔ پس اے درویش! جو شخص سات روز خلوصِ دل سے علما کی خدمت کرتا ہے گویا سات ہزار سال تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے۔

جس دل میں علما اور مشائخ کی محبت ہو اس کے خرمنِ گناہ کو یہ محبت جلا کر خاکستر کر دیتی ہے۔

علما انبیاء کے وارث ہیں۔ اور مشائخ اللہ کے برگزیدہ۔ اگر علما اور مشائخ کی برکت جہاں میں نہ ہوتی تو لوگوں کی شامتِ اعمال کی وجہ سے ہر روز ہزاروں بلائیں نازل ہوا کرتیں۔

پس اے درویش! اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی امت میں سے انہیں دو گروہ یعنی علما اور مشائخ پر فخر کیا ہے۔ کیوں کہ یہ دین کے ستون ہیں۔ جو ان کا ہوتا ہے وہ عذابِ قیامت سے رہائی پا جاتا ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ:

ایک عالم فقیہ ہزار ایسے عابدوں سے بہتر ہے جو رات کو جاگیں اور دن کو روزہ رکھیں۔ عالم کی ایک دن کی عبادت عابدِ غیر عالم کی چالیس سالہ عبادت کے برابر ہے۔

جب بلائیں آسمان سے نازل ہوتی ہیں تو اس شہر پر کم نازل ہوتی ہیں جس میں علما اور مشائخ ہوں (اسرار الاولیاء)

اے درویش! اس راہ میں صادق اور عاشق وہی ہے جو عالمِ اسرار میں سے جو مصیبت وغیرہ اس پر نازل ہو اس پر صبر کرے اور راضی رہے۔

اے درویش! جہاں محبت ہوتی ہے دوئی درمیان سے اٹھ جاتی ہے۔ محبت کے معاملہ میں یگانہ ہونا چاہیے تاکہ محبت کے وصال خانہ میں داخلہ مل سکے۔ اگر ایسا نہ ہوگا تو ہرگز ہرگز داخلہ کی اجازت نہیں مل پائے گی۔

عشق کی آگ ہی ایسی ہے جو درویش کے دل کے سوا کہیں قرار نہیں پکڑتی۔ اگر صاحبِ ذکر اپنے سینہ سے ایک آہ نکالے تو مشرق سے مغرب تک جو کچھ ہے سب کو جلا کر خاکستر کر دے۔

حقیقی عشق ایک ایسا موتی ہے جس کی قیمت کا اندازہ کوئی جوہری یا قدرشناس نہیں کر سکتا۔ اس قسم کی بے بہا نعمت کسی مقرب فرشتے کو نہیں ملی۔ یہ صرف آدمی کو ملی۔ جیسا کہ خود ارشادِ ربانی ہے۔: ولقدکرمنا بنی آدم۔

جس وقت عشق کی تخلیق ہوئی تو اسے حکم ہوا کہ اے عشق! تو درد و الم رکھنے والے آدم دل میں قرار پکڑ لے۔ کیوں کہ وہی تیرے رہنے کے قابل ہے۔

اے درویش! حقیقی عاشق کا شور و غوغا اسی وقت تک ہوتا ہے جب تک وہ اپنے مقصود کو نہیں پہنچتا۔ جب معشوق کا وصال ہو جاتا ہے تو سب شور و غوغا ختم ہو جاتا ہے۔ (اسرار الاولیاء)

کاملِ حال درویش وہ ہیں جنہیں کسی اور کی حاجت نہیں بلکہ جو اسرارِ نعمت ان کے پاس ہیں ان میں سے آنے والوں کو بھی حصہ دیتے ہیں اور ان کی غرض پوری کر کے لوٹاتے ہیں۔ لیکن جو شخص درویشی کا دعویٰ کرے اور اپنی ضروریات کے لئے اُمرا و سلاطین کے پاس مال و زر کی خاطر آئے تو سمجھ لو کہ اسے نعمت حاصل نہیں ہے۔ اگر اسے نعمت حاصل ہوتی تو کبھی مخلوق کے دروازہ پر نہیں جاتا اور نہ کسی سے توقع رکھتا۔

جہاں پر درویش کا قدم آتا ہے وہاں پر کسی کا گذر نہیں ہوتا۔ درویشوں پر نعمت کا دروازہ خود کھلا ہوا ہوتا ہے۔ (اسرار الاولیاء)

شریعت و طریقت میں صادق بندہ وہ ہے جو روزی سے دل نہ لگائے بلکہ دل جمعی کے ساتھ اپنے مولیٰ کی طاعت میں مشغول رہے۔ یہ ایمان و یقین رکھے کہ جو کچھ میرے مقدر میں ہے مجھے مل کر رہے گا اور اس میں ذرہ برابر بھی کچھ کم نہیں ہوگا۔

اے درویش! فقر کی راہ میں ثابت قدم وہ ہے جو روزی سے دل نہ لگائے کہ آج تو میں نے کھالیا ہے کل کیا کھاؤں گا؟ ایسے شخص کو اصحابِ طریقت بد دین اور بددیانت کہتے ہیں۔

اے درویش! تو غم نہ کر۔ کیوں کہ تیرا رزق لکھا ہوا ہے۔ تو دل جمعی اور فراخ دلی سے اللہ کے کام میں مشغول رہ۔ کیوں کہ جو تیرا ہے وہ ضرور بالضرور تجھے مل کر رہے گا۔

جتنے متوکل ہیں انہیں رزق وغیرہ کا نہ غم ہے نہ اندیشہ۔ اس واسطے کہ جو کچھ مقسوم ہے وہ مل کر رہے گا۔ پھر اندیشہ کرنے کا فائدہ ہی کیا؟

اہل سلوک جسے دیکھتے ہیں کہ رزق کے لئے پریشان حال ہے اس کے لئے درویشوں کو حکم دیتے ہیں کہ اس کی گردن پکڑ کر خانقاہ سے باہر نکال دو۔ کیوں کہ وہ بداعتقاد درویش ہے۔ اور اسے یقین حاصل نہیں۔ (اسرارالاولیاء)

اس راہ میں بڑا اصول حضوریٔ دل ہے اور حضوری دل حلال لقمہ کھائے بغیر، اہل دنیا سے پرہیز کیے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی۔ کیوں کہ مشائخ فرماتے ہیں کہ جو شخص حرام کا لقمہ کھائے اور اہلِ دنیا و سلاطین واُمرا سے دور نہ رہے اس کے لئے گدڑی پہننا جائز نہیں۔ (راحت القلوب)

جو کچھ بلانیت دیا جائے اور اللہ کی راہ میں نہ دیا جائے وہ اِسراف ہے۔ اگر اللہ کی رضامندی کے لئے دیا جائے تو یہ اسراف نہیں ہے۔

جو شخص میرے پاس آئے اور کوئی چیز نہ لائے مجھ پر واجب ہے کہ میں اسے کچھ دوں۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ کی یہ رسم تھی کہ:

اگر خانقاہ میں کوئی چیز موجود نہ ہوتی تو اپنے خادم شیخ بدرالدین غزنوی سے کہتے کہ آنے والے کو کم از کم پانی ہی پلا دو تا کہ بخشش اور عطا سے خالی نہ جائے۔ (راحت القلوب)

اللہ کے رسول ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ: دنیا کی محبت تمام برائیوں کی جڑ ہے۔

اور اہلِ معرفت کا قول ہے کہ:

جس نے دنیا کو چھوڑ دیا وہ بادشاہ بن گیا۔ اور جس نے اسے پکڑ لیا وہ ہلاک ہوگیا۔

شیخ عبداللہ تستری فرماتے ہیں کہ:

دنیا بندہ اور مولیٰ کے درمیان سب سے بڑا حجاب ہے۔ کیوں کہ بندہ جس قدر دنیا میں مشغول ہوتا ہے اتنا ہی حق تعالیٰ سے دور رہتا ہے۔ (راحت القلوب)

بارگاہِ الٰہی میں مومن کے دل کی بڑی قدر و منزلت ہے۔ لیکن لوگ دل کی اصلاح سے غافل ہیں، اس لئے گمراہی میں پڑ جاتے ہیں۔ سلوک کا اصل اصول یہی دل ہے اور اللہ کے رسول ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ: مومن کا دل عرشِ الٰہی ہے۔ (راحت القلوب)

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے نماز ادا کرنی چاہی۔ اس وقت حضرت عبد اللہ بن عباس کے سوا کوئی موجود نہیں تھا۔ آپ نے انہیں اپنے برابر کھڑا کیا اور جب تکبیر کہی تو وہ پیچھے ہٹ گئے۔ آپ نے انہیں پھر اپنے برابر کھڑا کیا مگر وہ پھر تکبیر کے بعد پیچھے ہٹ گئے۔ اور دو تین مرتبہ ایسا ہوا۔ آپ نے پوچھا کہ آپ پیچھے کیوں ہٹ جاتے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ:

میری کیا مجال کہ اللہ کے رسول کے برابر کھڑا ہو سکوں؟

سرورِ کائنات ﷺ کو آپ کا یہ حسنِ ادب بہت پسند آیا اور ان کے حق میں دعا کی کہ:

اے اللہ! انہیں دین کی توفیق دے۔ (راحت القلوب)

حدیث شریف میں آیا ہے کہ:

بے شک عقل اور علم ایک دوسرے کے شریک ہیں کیوں کہ عقل کے لئے علم ضروری ہے اور علم کے لئے عقل۔ پس آدمی سب سے اچھا وہی ہے جو اپنے آپ کو پہچانے۔ اس صورت میں عقل مختار ہے۔

عقل سب سے نفیس چیز ہے۔ اس واسطے کہ اگر عقل نہ ہوتی تو معرفتِ الٰہی کا علم بھی نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز، روزہ اور حج وغیرہ سب سے افضل عبادت علم ہے۔

اگر لوگوں کو علم کا درجہ معلوم ہو جائے تو تمام کام چھوڑ کر تحصیلِ علم میں مشغول ہو جائیں۔ کیوں کہ علم ایک ایسا بادل ہے جو بارانِ رحمت کے سوا نہیں برستا۔ جو اس بادل کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ تمام گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔

علم کی کئی قسمیں ہیں۔ درحقیقت عالم وہ شخص ہے جسے نبوی علم حاصل ہو۔ اور نبوی علم آسمانی ہے جو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے اس کے رسول ﷺ پر نازل ہوا۔ (راحت القلوب)

میں نے اسرار العارفین میں لکھا دیکھا ہے کہ:

حضرت یحییٰ معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

جب حکمت آسمان سے نیچے آتی ہے تو اس دل میں قرار نہیں پکڑتی جس میں یہ چار خصلتیں پائی جاتی ہیں۔

اول: دنیا کی حرص۔ دوم: اس بات کی فکر کہ کل کیا کریں گے؟ سوم: مسلمانوں کے ساتھ بغض وحسد۔ چہارم: شرف وجاہ کی دوستی۔ اگران چاروں میں سے ایک بھی ہوتو حکمت وہاں قرار نہیں پکڑتی۔ (راحت القلوب)

اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے بھی ہیں جو دوست کا نام سنتے ہی اپنی جان ومال فدا کر دیتے ہیں۔ اول: اہلِ سلوک، دم بھر بھی یادالٰہی سے غافل ہوجائیں تو وہ کہتے ہیں کہ ہم مردے ہیں۔ اگر ہم زندہ ہوتے تو یادِحق سے غافل نہ ہوتے۔

زبان پر ذکرِالٰہی رکھنا ایمان کی نشانی ہے۔ نفاق سے بیزاری، شیطان سے حفاظت اور دوزخ کی آگ سے نجات کی صورت ہے (راحت القلوب)

شیخ ومرشد میں اتنی قوتِ باطنی ہونی چاہیے کہ جب کوئی شخص مرید ہونے کے لئے اس کے پاس آئے تو نورِمعرفت اور اپنی روحانی قوت سے اس کے سینہ کے زنگ کو صاف کرے تاکہ اس کے سینہ میں کوئی کدورت نہ رہے۔ اور آئینہ کی طرح روشن ہوجائے۔ اگر اس شخص میں اتنی طاقت نہ ہوتو بہتر ہے کہ مرید نہ بنائے۔ جو خود گمراہ ہے وہ دوسروں کی رہبری کیا کرے گا؟

اہلِ سلوک نے فرمایا ہے کہ:

جو شیخ ومرشد اہل سنت وجماعت کے مذہب پر کاربند نہیں اور اس کے افعال واقوال اور حرکات وسکنات قرآن مجید اور حدیثِ نبوی کے مطابق نہیں وہ اس راہ میں راہزن ہے۔

شیخ کے لئے واجب ہے کہ مرید کو صحبتِ اُمرا واہل دنیا سے دور رہنے کی ہدایت کرے تاکہ وہ شہرت وثروت کا طالب نہ بنے۔ زیادہ بات نہ کہے۔ نہ بلاضرورت کسی جگہ جائے۔ کیوں کہ ایسا کرنے سے اصلی مقصود ہاتھ سے فوت ہوجاتا ہے۔ دنیا کی محبت تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ (راحت القلوب)

ماہ رجب کی ستائیسویں رات بڑی مرتبہ والی رات ہے۔ کیوں کہ اس رات کو اللہ کے رسول ﷺ معراج سے نوازے گئے تھے۔ جو شخص اس رات کو جاگتا ہے وہ گویا اس کی شبِ معراج ہوتی ہے اور معراج کی سعادت اس کو حاصل ہوتی ہے۔ اور اس کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔

اس رات میں سو رکعت نماز ادا کرنے کا حکم ہے۔ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد پانچ مرتبہ سورۂ

اخلاص پڑھے۔نماز سے فارغ ہو کر سو مرتبہ درود شریف پڑھے۔اس کے بعد سجدہ میں سر رکھ کر دعا کرے۔اِن شاء اللہ ضرور قبول ہو گی۔

میں نے خود شیخ معین الدین سجزی قدس سرہ سے سنا ہے کہ:

معراج کی رات رحمت کی رات ہوتی ہے۔جو اس رات کو جاگتا ہے،امید ہے کہ رحمتِ الٰہی سے بے نصیب نہیں ہو گا۔(راحت القلوب)

اے درویش!خرقہ پہن لینا تو بڑا آسان ہے لیکن اس کا حق ادا کرنا بڑا مشکل کام ہے۔اگر صرف خرقہ پہن لینے سے ہی لوگوں کو نجات ہو جاتی تو سب کے سب خرقہ پہن لیتے۔لیکن اسے پہن کر عمل کرنا پڑتا ہے۔اگر خرقہ پہن کر گذشتہ بزرگوں کا حق ادا کرے گا تو اچھی بات ہے ورنہ ایسی گمراہی میں پڑے گا جس سے نکل نہیں پائے گا۔

اے درویش!خرقہ اور کلاہ اس کو دینا جائز ہے جس نے مجاہدہ اور محبتِ اولیا کے ذریعہ اپنے آپ کو پاک کر لیا ہو۔(اسرار الاولیاء)

سجادہ پر بیٹھنے کا مستحق وہ شخص ہے جو عالمِ توکل میں رہے اور کسی مخلوق اور کسی چیز کی کوئی آس نہ لگائے۔اگر اس میں یہ بات نہیں پائی جاتی تو وہ سجادہ نشینی کے لائق نہیں بلکہ اہل تصوف کے نزدیک وہ جھوٹا مدعی ہے(اسرار الاولیاء)

اے درویش!امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی عادت تھی کہ جو شخص آپ کے یہاں مہمان بن کر آتا،آپ اس کا ہاتھ خود دھلاتے اور فرماتے کہ یہ رسول اللہ ﷺ اور انبیاے کرام کی سنت ہے۔امام مالک رحمۃ اللہ علیہ خود مہمانوں کے ہاتھ دھلاتے اور انہیں اپنے ہاتھ سے پانی پلایا کرتے۔

پس اے درویش!جہاں تک ممکن ہو سکے رسول ﷺ اور ائمۂ کرام کی پیروی کر دتا کہ ان کے سامنے شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔(اسرار الاولیاء)

توبہ کی چھ قسمیں ہیں

اول:دل اور زبان سے توبہ کرنا۔دوم:آنکھ کی توبہ۔سوم:کان کی توبہ۔چہارم:ہاتھ کی توبہ۔پنجم:پاؤں کی توبہ۔ششم:نفس کی توبہ۔

اول:جب تک دل کی سچائی سے زبان سے توبہ نہ کرے،توبہ درست نہیں ہو گی۔اصل توبہ

دل کی ہوتی ہے۔زبان سے لاکھ مرتبہ توبہ کرے۔جب تک دل سے اس کی تصدیق نہ کرے وہ توبہ درست نہیں۔

دوم: آنکھ کی توبہ یہ ہے کہ غسل کے بعد نمازِ نفل پڑھ کر قبلہ رخ ہو کر توبہ کرے کہ اے اللہ! میں آنکھ سے انہیں چیزوں کو دیکھوں گا جن کا دیکھنا جائز ہے۔ناجائز چیزوں کو نہیں دیکھوں گا۔

سوم: کان کی توبہ یہ ہے کہ تمام ناقابل شنید چیزوں سے توبہ کرے اور کوئی ممنوع شئی نہ سنے۔

چہارم: ہاتھ کی توبہ یہ ہے کہ کوئی ایسی چیز نہ چھوئی جائے جس کا ہاتھ سے چھونا ممنوع ہے۔

پنجم: پاؤں کی توبہ یہ ہے کہ جن مقامات پر جانا ممنوع ہے وہاں نہ جائے۔

ششم: نفس کی توبہ یہ ہے کہ خواہشات اور شہوات سے اسے باز رکھا جائے اور خواہش نفس کے مطابق نہ کرنے کا عزم کیا جائے۔

(۵) محبوبِ الٰہی حضرت نظام الدین اولیاء چشتی دہلوی

عُلما کی مجلس میں اٹھنا بیٹھنا اور اپنے اندر ان کی سی خوبیاں پیدا کرنا ہدایتِ الٰہی ہے۔تمام جہاں کی چیزیں چھوڑ کر پہلے علم حاصل کرنا چاہیے۔

جو شخص کسی شیخ یا عالم دین کی بے عزتی کرے وہ دنیا اور آخرت میں منافق اور ملعون ہے۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے علم کا شہرہ سارے زمانہ میں ہوا اور علم کی ساری لذتیں آپ نے چکھیں۔انبیائے کرام واصحاب نبی کے بعد آپ کو جتنا یاد کیا جاتا ہے اتنا کسی کو یاد نہیں کیا جاتا۔یہ صرف رسول اللہ ﷺ کے فیضان سے علم پھیلانے کا نتیجہ ہے (افضل الفوائد)

جو شخص ظہر کی نماز باجماعت ادا کرے گا، اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے دن روئے زمین کے تمام پہاڑ، دریا، چوپائے اور آسمان کے ستارے ایک پلڑے میں رکھے گا اور اس نماز کا ثواب دوسرے پلڑے میں۔تب بھی ثواب والا پلڑا بھاری ہوگا۔

جو شخص عصر کی نماز باجماعت ادا کرے گا اور مغرب کی نماز تک وہیں جائے نماز پر بیٹھا رہے گا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے جب قیامت کے دن عرش وکرسی، لوح وقلم اور تمام ملائکہ کو ایک پلڑے میں رکھا جائے گا اور دوسرے پلڑے میں ان دونوں نمازوں کا ثواب، تب بھی ثواب والا پلڑا بھاری ہوگا۔

جو شخص عشا کی نماز با جماعت ادا کرے اس کے بارے میں اللہ کا حکم ہوتا ہے کہ اس کے نامۂ اعمال میں ہر رکعت کو ہزار رکعت کر کے لکھا جائے۔ اور یہ شخص شب بیداروں میں سے ہوگا۔

جو شخص صبح کی نماز با جماعت ادا کرے اور سورج نکلنے تک وہیں بیٹھا یادِ الٰہی میں مشغول رہے اور پھر اِشراق کی نماز پڑھے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے دس ہزار فرشتے یعنی کل ستر ہزار فرشتے نور کی تھال ہاتھوں میں لیے آتے ہیں۔ پھر حکم الٰہی ہوتا ہے کہ میرے اس خاص بندے نے میرے لئے نماز ادا کی ہے، اس لئے میں اس کے سارے گناہوں کو معاف کرتا ہوں۔ (افضل الفوائد)

جب آدم علیہ السلام نے بہشت میں قرار پکڑا اور ملائکہ اور اہل بہشت نے آپ کا اِعزاز واِکرام دیکھا تو آپ کی طرف رجوع ہوئے۔ پھر فرشتوں کو حکم ہوا کہ آدم سے فضل وکرامت کا سبق سیکھو۔

وہ شخص جس نے سب سے پہلے عشق کیا اور عشق کی آزمائشوں کو قبول کیا وہ حضرت آدم صفی اللہ ہیں۔ اس واسطے کہ آدم علیہ السلام کو بہشت کی خاک سے بنایا گیا۔ اگر اس خاک میں عشق کی چاشنی نہ ہوتی تو اہل سلوک میں بھی عشق نہ ہوتا۔

چوں کہ حضرت آدم علیہ السلام سے عشق کی ابتدا ہوئی، اس لئے ان کے فرزندوں کو بھی نعمتِ عشق سے سرفراز فرمایا گیا۔ اولیاے کرام میں شوق واشتیاق کا جو ولولہ پایا جاتا ہے وہ بھی حضرت آدم صفی اللہ کے واسطہ سے ہے (راحت المحبین)

مومن کا دل دکھانا گویا اللہ کو ناراض کرنا ہے۔

اے درویش! مومن وہ شخص ہے کہ اگر وہ مشرق میں ہے اور مغرب میں کسی مومن کے پاؤں میں کانٹا چبھے تو اس کے درد کو محسوس کرے۔ (راحت المحبین)

درویش کو پردہ پوش ہونا چاہیے۔ کیوں کہ پردہ پوشی افضل عبادت ہے۔ کوئی اپنی آنکھوں سے کسی کا عیب دیکھے تب بھی اسے چھپانا چاہیے۔ کیوں کہ پردہ پوشی افضل عبادت ہے۔ (راحت المحبین)

سب سے برا کام چغل خوری ہے۔ جس رات رسول اکرم ﷺ معراج کے لئے تشریف لے گئے اور دوزخ پر نگاہِ مبارک پڑی تو دیکھا کہ ایک ایسا گروہ ہے جس کی زبان میں سوراخ ہے اور دوزخ کی زنجیروں میں جکڑے ہوے ہیں۔

پوچھا: جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں؟ عرض کیا: یارسول اللہ! یہ سب چغل خور ہیں۔ (راحت المحبین)

پڑوسی کا حق یہ ہے کہ جب پڑوسی قرض مانگے تو اسے قرض دیا جائے۔ اور اگر اس کی کوئی

ضرورت ہوتو اس کی ضرورت پوری کی جائے۔ جب بیمار ہوتو اس کی بیمار پرسی کی جائے۔ مصیبت میں گرفتار ہوتو اسے تسلی دی جائے۔ اور جب مرجائے تو اس کی نماز جنازہ ادا کی جائے۔

اللہ کے رسول ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ: جب تک پڑوسی بے کھٹکے نہ ہو تب تک ایمان درست نہیں ہوتا۔ (افضل الفوائد)

جب کوئی بیمار ہوتو تین دن کے بعد اس کی بیمار پرسی کر لینی چاہیے۔ اس کے پاس جب جائے تو اسے بتلائے کہ جس بندے سے اللہ تعالیٰ محبت نہیں فرماتا اسے بیماری لاحق نہیں ہوتی۔ یہ سعادت اسی شخص کو حاصل ہوتی ہے جسے وہ بیماری میں مبتلا کر دیتا ہے۔ یہ بیماری گناہ کا کفارہ ہے۔ (افضل الفوائد)

اللہ تعالیٰ نے اس بوڑھے کی تعظیم واجب کی ہے جو مسلمان ہو اور اس کا بال سفید ہو گیا ہو۔ خواجہ فریدالدین مسعود گنج شکر کی زبان سے میں نے سنا ہے کہ:

ایک مرتبہ میں اپنے خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی کی خدمت میں بیٹھا تھا تو آپ بار بار باہر دیکھتے اور اٹھ کھڑے ہوتے۔ چھ سات مرتبہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ میں نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ:

دروازہ کے باہر ایک بوڑھا بیٹھا ہوا ہے۔ جب اس پر نگاہ پڑتی تھی تو مجھے اس کے لئے اٹھنا ضروری تھا۔ میں سفید بالوں کی عزت کے لئے اٹھ کھڑا ہوتا تھا۔ (افضل الفوائد)

میں نے بارہا شیخ الاسلام خواجہ فریدالدین مسعود گنج شکر کو دیکھا جو یہ کہہ کر بے ہوش ہو جاتے تھے کہ:

جو شخص کچھ بھی نہیں ہے اس سے مردہ بہتر ہے۔ جو آنکھ حق تعالیٰ کے سوا کسی اور کو دیکھنے میں مشغول ہو، اس کا اندھا ہونا بہتر ہے۔ جو زبان اس کے ذکر میں مستغرق نہیں وہ گونگی بہتر ہے۔ جو کان حق سننے میں مست نہیں اس کا بہرہ ہونا بہتر ہے۔ اور جو بدن اس کی خدمت میں مصروف نہیں وہ مرا ہوا اچھا ہے۔ (افضل الفوائد)

انسان کی سلامتی تنہائی میں ہے۔ اور تنہائی کا مطلب یہ ہے کہ اس کی وحدت میں فرد ہو۔ یعنی غیر کا خیال تک بھی اس کے دل میں نہ آئے تا کہ سلامت رہ سکے۔ اگر ظاہر کو دیکھے گا تو انجام اچھا نہیں رہے گا۔

اللہ تعالیٰ کا پر تو تیرے دل میں ہر وقت رہنا چاہیے۔ یعنی ہر وقت دل حاضر رہے تا کہ غیر کا

خیال اس میں داخل نہ ہو سکے۔ جیسا کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

میں نے بلندی طلب کی تو اسے تواضع میں پایا۔ ریاست طلب کی تو اسے صحت میں پایا۔ مروت طلب کیا تو اسے صدق میں پایا۔ فخر کو طلب کیا تو اسے فقر میں پایا۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی چاہی تو اسے تقویٰ میں پایا۔ شرف کو طلب کیا تو اسے قناعت میں پایا۔ راحت کو طلب کیا تو اسے زہد میں پایا۔ (افضل الفوائد)

اگر آٹھوں بہشت ہماری جھونپڑی میں آئیں اور دونوں جہاں کی نعمتیں بطور جاگیر ہمیں ملیں تب بھی ہم عشقِ الٰہی کی ایک آہِ سحر گاہی بلکہ یادِ الٰہی کی ایک ساعت کے بدلے بھی ہم اٹھارہ ہزار عالم کو نہ خریدیں۔ (افضل الفوائد)

اے درویش! آفتاب و ماہتاب کا نور بھی سرور کائنات ﷺ کے نور سے ہے۔ بہشت میں جو درخت وغیرہ ہیں ان سب پر آپ کا اسمِ مبارک لکھا ہوا ہے۔ اور انہیں حکم ہے کہ قیامت تک اسی نام کا وِرد کرتے رہو۔

آسمان وزمین میں کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں آپ کا اسمِ مبارک لکھا ہوا نہ ہو۔ حجابِ عظمت سے لے کر عرشِ عظیم تک ہر جگہ ایسا ہی ہے۔ (راحت المحبین)

ہر پیغمبر کو خاص خاص معجزے عطا ہوئے ہیں لیکن ہمارے رسول اللہ ﷺ کو ہر طرح کے معجزے عطا کیے گئے جو باقی پیغمبروں کو حاصل نہ تھے۔

آپ کا سرِ مبارک ایسا تھا کہ جس شخص کے ساتھ آپ کھڑے ہوتے خواہ وہ دراز قد ہی ہو آپ اس سے بالشت بھر اونچے دکھائی دیتے۔

اور جہاں کہیں تشریف لے جاتے بادل کا سایہ سرِ مبارک پر ہوتا۔

شیخ الاسلام خواجہ فریدالدین مسعود گنج شکر قدس سرہ نے فرمایا کہ:

رسول خدا ﷺ کی چشم مبارک ایسی تھی کہ جس طرح آگے کی چیزیں دکھائی دیتی ہیں اسی طرح پیچھے کی چیزیں بھی اس چشم مبارک سے نظر آتی تھیں۔

حضرت انس مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابۂ کرام سے فرمایا کہ:

صفیں سیدھی کرو۔ جس طرح میں آگے کی طرف دیکھتا ہوں اسی طرح مجھے پیچھے کی چیزیں بھی دکھائی دیتی ہیں۔

جب رسول اللہ ﷺ پردہ میں بیٹھے ہوتے تو پردہ کے اندر باہر کی سب چیزیں دکھائی دیتیں۔

ایک روز ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کی پیشانی مبارک سے پسینہ پونچھ کر شیشی میں ڈال کر رکھ دیا۔اور ایک مرتبہ ایک لڑکی کی شادی کے وقت حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس کے بدن پر تھوڑا سا پسینہ مبارک لگا دیا تو جب تک وہ لڑکی زندہ رہی اس کے بدن سے خوشبو پھوٹتی رہی۔اور پھر جب اس سے لڑکی پیدا ہوئی تو اس لڑکی میں بھی وہی خوشبو تھی۔حتی کہ اس کی ساری اولاد میں یہ خوشبو باقی رہی اس لئے اس خاندان کا نام عطار پڑ گیا (افضل الفوائد)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو سعادتیں ہمیں عنایت فرمائیں ہیں وہ کسی اور کو نہیں۔ہمیں رسول اللہ ﷺ کا امتی بنایا۔ابراہیم خلیل اللہ کی ملت بنایا۔مسلمان پیدا کیا اور کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھنے والا بنایا۔اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کا مقلد بنایا۔(راحت المحبین)

عورت کو چاہیے کہ خاوند کے مال ومتاع کی حفاظت کرے اور کوئی چیز خاوند کی رضامندی کے بغیر نہ لے، نہ چھپائے، نہ کسی کو دے۔اور نہ کسی کو بخشے۔اس کے علاوہ عورتوں پر کچھ واجب نہیں۔اور روٹی پکانے، چرخہ کاتنے، بچوں کو دودھ پلانے میں غفلت برتے تو اسے کوئی سزا نہ دی جائے۔

شوہر پر واجب ہے کہ معاش کی ساری چیزیں مہیا کرے اور کوئی ایسا ملازم رکھے جو یہ سب کام کرے۔کیوں کہ عورت آزاد ہے۔اگر عورت یہ کام کرے تو یہ اس کی مہربانی اور مروت ہے ورنہ اس پر واجب نہیں۔اگر عورت یہ کام مروت کی وجہ سے کرے تو وہ گویا خاتون جنت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے طریقہ پر چلتی ہے اور قیامت کے دن اسے خاتون جنت کی شفاعت نصیب ہوگی۔(راحت المحبین)

اے عزیز درویش! سنو! جب اللہ تعالیٰ نے مصیبتوں کا خزانہ پیدا کیا تو اسے خاص کر انبیاء کرام اور اولیاء صالحین کے لئے پیدا کیا۔فرشتوں نے جب اس خزانہ کو دیکھا تو اللہ نے ان سے فرمایا:

فرشتو! یہ نعمت تمہارے لئے نہیں۔یہ نعمت ہم اپنے خلیفہ کو دیں گے جسے ہم روئے زمین پر پیدا کریں گے۔یعنی آدم اور اس کے فرزند جو مجھ سے محبت رکھنے والے ہیں۔اور انہیں ان مصیبتوں کے ذریعہ امتحان سے دوچار کیا جائے گا۔جو ہماری محبت میں ثابت قدم ہوگا اس پر ہم

مصیبت نازل کریں گے اور جب یہ مصیبت نازل نہیں ہوگی تو وہ اس کے نازل ہونے کی آرزو کریں گے۔

اے درویش! جو لوگ دوست کے عشق میں مستغرق ہیں وہ صبح سے شام تک بڑی آرزو کے ساتھ مصیبت کے خواستگار رہوتے ہیں۔ کیوں کہ جو مصیبت دوست کی طرف سے ہو وہ مصیبت نہیں ہوتی۔ وہ عین نعمت ہے جو دوست سے دوست کو ملتی ہے۔

جو درویش اپنا کام درجۂ کمال تک پہنچا لیتا ہے تو جہاں کہیں مصیبتوں کا خزانہ ہوتا ہے اس کے نام پر نامزد کیا جاتا ہے تاکہ فقیر اس بات پر ثابت قدم رہ سکے۔ اگر کامل ہوگا تو برداشت کر لے گا بلکہ مزید مصیبتوں کی بھی خواہش کرے گا۔ (راحت المحبین)

محض خرقہ پہن لینا قابلِ اعتبار نہیں۔ اگر معتبر ہوتا تو ساری دنیا خرقہ پہن لیتی۔ اعتبار اس خرقہ پوش کا ہوتا ہے جو خرقہ پہن کر اس کا حق ادا کرے۔ اور اگر اس کام میں کوتاہی کرے گا تو اس کی گرفت ہوگی اور اس کے خرقہ کی کوئی حیثیت اور وقعت نہیں رہ جائے گی۔

خرقہ پہننا دراصل ان بزرگوں کی نقل کرنا ہے جنھوں نے خرقہ پوشی کر کے طاعتِ الٰہی میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی۔ (افضل الفوائد)

نیک لوگوں کی صحبت، نیک کام کی بہ نسبت اچھی ہے۔ اور بروں کی صحبت برے کام کرنے سے بدتر ہے۔ اگر صحیح صحبت ہے تو یہی نیک لوگوں کی اور اولیاء اللہ کی ہے۔

شیخ جلال الدین تبریزی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ:

نیکوں کی صحبت سو سال کی طاعت سے افضل ہے۔ پس جو شیخ نیکوں کی صحبت میں بیٹھتا ہے وہ دونوں جہاں کی مرادیں حاصل کر لیتا ہے۔ اور جو بدوں کی صحبت میں بیٹھتا ہے وہ ان تمام سعادتوں سے محروم رہ جاتا ہے۔ (افضل الفوائد)

صوفی وہ ہے جس کا دل صفاتِ انبیاء کے رنگ میں رنگ جائے۔ حضرت ابراہیم کی طرح دنیاوی محبت سے خالی اور طاعتِ الٰہی میں مستغرق ہو۔ جس کی تسلیم و رضا حضرت اسماعیل جیسی ہو۔ جس کا اندوہ حضرت داؤد کے اندوہ جیسا ہو۔ جس کا فقر حضرت عیسیٰ کے فقر جیسا ہو۔ جس کا صبر حضرت ایوب کے صبر جیسا ہو۔ جس کا شوق حضرت موسیٰ کے شوق جیسا ہو۔ اور جس کا اخلاص محمد رسول اللہ ﷺ کے اخلاص سے مشابہ ہو۔ (افضل الفوائد)

نیکی اور بدی دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے قسمت میں لکھی ہوتی ہیں۔لیکن نیکی کو اللہ نے اپنی طرف لگاؤ دیا ہے اور بدی میں اس کی رضا نہیں۔انسان کو چاہیے کہ جب اس سے کوئی بدی ظاہر ہو تو اسے اپنا فعل سمجھے۔کیوں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا نہیں لیکن قسمت میں ایسا ہی لکھا ہے۔(افضل الفوائد)

آخری زمانہ میں ایسا وقت بھی آئے گا جب کہ طوائف.........مُطرِب.........بھانڈ اور جھگڑا فساد والے لوگ دنیا کی نظروں میں عزیز ہوں گے اور عُلما و حُفاظ کی کچھ قدر و منزلت نہ ہوگی۔او رلوگ رنگین کپڑے پہنیں گے۔

(نامحرم) مرد و عورت اکٹھے.........کھانا کھائیں گے اور بد فعلی کو پیشہ قرار دیں گے۔حاکم حکم کو بیچیں گے اور لوگوں میں بد دیانتی پیدا ہو جائے گی.........دنیاوی مال کی خاطر حق کو ناحق قرار دیں گے۔عدل وانصاف اٹھ جائے.........سوداگر لین دین میں جھوٹ بولیں گے.........پانچ درہم لے کر جھوٹی گواہی دیں گے.....نباتات میں برکت نہیں رہے گی.....آسمان سے مینھ کم برسے گا اور اگر برسے گا بھی تو بے وقت برسے گا۔جب یہ علامتیں ہموار ہو جائیں تو سمجھ لینا کہ قیامت بالکل نزدیک ہے۔(افضل الفوائد)

دانا اور عقل مند آدمی وہی شخص ہے جو پیش آنے والے سفر یعنی موت کے لئے تیاری کرے اور اپنے لئے کچھ زادراہ لے۔(افضل الفوائد)

☆☆☆☆

وہ آستانہ جہاں شاہ بھی غلام بنے

یہ دنیا سرائے فانی ہے۔اس سرائے میں جو بھی داخل ہوا اسے ایک نہ ایک دن رختِ سفر باندھ کر کوچ کرنا ہے۔یہ دنیا دل لگانے کی جگہ نہیں۔ ہر دنیادار اور ہر جان دار کو اپنا سارا مال ومتاع چھوڑ کر خالی ہاتھ ایک دوسری دنیا میں قدم رکھنا ہے۔ جسے آخرت اور عالمِ جاودانی کہا جاتا ہے۔جہاں ماں باپ، بہن بھائی، آل واولاد، مال وزر، جاہ ومنصب، کرسی وحکومت، اختیار واقتدار، طاقت و قوت، حسن و جمال، غرض دنیا کی کوئی چیز اس کے کام نہ آئے گی۔اور وہ ان سب چیزوں کو اپنے کسی بھی حق اور مفاد کے لئے اس جہانِ جزاوسزا میں استعمال نہ کر پائے گا۔

یہ دنیا ایک کھیتی ہے جس میں انسان آخرت کے لئے جو بیج بوئے گا اور اپنی عبادت وریاضت کے ساتھ جو فصل اُگائے گا وہی اس کے کام آنے والی چیز ہے۔اسی کے ذریعہ وہ صحیح معنوں میں اپنے قلب وروح کو شاداب کر کے آخرت کے لئے لہلہاتے ہوئے پھول اُگائے گا۔جس کی خوشبو سے وہ اپنی سرمدی زندگی کو رشک آمیز حد تک عِطر بیز بنا سکے گا۔

دنیا کے اندر نہ جانے کتنی مخلوقات ہیں اور خطۂ ارض پر جانے کتنے رنگ ونسل کے انسان آباد ہیں۔لیکن انسانی ہجوم میں وہی گروہ فلاح وسعادت سے ہم کنار ہوگا جو ایمان اور عملِ صالح کی بیش بہا دولت سے مالا مال ہے۔اور اشرف واکرم وہی شخص ہے جو حق وصداقت کی راہ کا مسافر ہے۔اُخروی نجات کا مستحق درحقیقت وہی انسان ہے جو توحید ورسالت کی دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار کرنے کے ساتھ اسلام کے اس صراطِ مستقیم پر گامزن ہے اور اس شاہراہ کا مسافر ہے جو یقینی طور پر حق وصداقتِ ابدی کی منزلِ مقصود تک پہنچانے والی ہے۔اور جسے بارگاہِ خداوندی میں انتخاب اور پسندیدگی کا اِعزاز بھی حاصل ہے۔

کہنے کو تو کروڑوں اربوں انسان اپنے آپ کو مسلمان کہتے چلے آئے ہیں۔ لیکن اسلام اپنے متبعین سے جس اعتقاد و یقین اور جس کردار و عمل کا مطالبہ کرتا اور اس کے لئے اس نے جو میزان مقرر کر رکھا ہے اس پر بہت سے باوزن نظر آنے والے افراد بسااوقات بہت ہلکے ہو جاتے ہیں۔ کیوں کہ بے شمار قیود و تکالیف کو انگیز کرنا ان کے نفس پر بہت ہی گراں گذرتا ہے اور نفسِ انسانی اس جنتِ ارضی کے عیش و عشرت میں ڈوب کر اپنے فرائض اور ذمہ داریوں سے بری طرح غافل ہو جاتا ہے۔ حالاں کہ تقاضائے ایمان و اسلام کچھ اور ہے جس کی طرف اس فرمانِ ہدایت نشان کے ذریعہ بڑا ہی بلیغ اشارہ کیا گیا ہے۔

''دنیا مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے ایک باغ ہے''۔

شرق و غرب اور عرب و عجم میں نہ جانے کتنی مقتدر اور ستودہ صفات اسلامی ہستیاں ہیں جنہوں نے مرضیاتِ الٰہی کی طلب میں اپنے نفس کو ریاضت و مجاہدہ کے ذریعہ مطیع و فرماں بردار بنا کر اسے اس شاہراہ پر چلایا جو اسلام کی نظر میں محمود و مستحسن ہے۔ اور اپنے پورے وجود کو اس موم کی طرح پگھلایا اور اس شمع کی طرح جلایا جس سے تیرہ و تاریک ماحول میں اُجالا پھیل جائے۔ اور جس کی روشنی میں سعادت مند انسانی روحوں کا قافلہ اپنی منزل کی سَمت رواں دواں ہو جاتا ہے۔

ہر انسان کی دنیا و آخرت کی نجات کے لئے ضروری یہی ہے کہ وہ طاعت و عبادت اور شرافت و انسانیت کے اس طرز و اسلوب کے ساتھ پاکیزہ زندگی گذارے اور پورے انسانی معاشرہ کے لئے ایسے صالح انقلاب کا عملی داعی بن کر قابلِ تقلید نمونے پیش کرے کہ لوگوں کے قلوب مسخر ہو کر اس کے گرویدہ ہو جائیں اور اس دنیا میں آتے وقت اسے دیکھ کر مسرت و شادمانی کا اظہار کرنے والے انسانوں کو جب اس کے فراق و جدائی کا علم ہو تو ان کی آنکھیں اشک بار ہو جائیں۔

یاد داری کہ وقتِ زادنِ تو
ہمہ خنداں بُدند تو گریاں
آں چناں زی کہ وقتِ مردنِ تو
ہمہ گریاں شوند تو خنداں

مَہد سے لحد تک انسان بہت کچھ سوچتا ہے۔ بہت کچھ سیکھتا ہے۔ اور بہت کچھ عمل کرتا ہے۔ اپنے ماحول کے بہت سے اثرات بھی قبول کرتا ہے۔ اور کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ

وہ پورے ماحول پر اثر انداز ہو جاتا ہے۔اس کا بچپن،اس کی جوانی،اس کا بڑھاپا اوران سارے اَدوار کے درمیان پیش آنے والے حالات وواقعات بڑے ہی عجیب اور بڑے سبق آموز ہوتے ہیں۔والدین واَعِزَّہ واقارب کے حقوق بھی اسے ادا کرنے ہوتے ہیں۔تعلیم وتربیت کے مراحل اور تجارت وزراعت وصنعت وملازمت وغیرہ کے تجرباتی دور سے بھی اسے گذرنا پڑتا ہے۔سیر وسیاحت کی پُر خار وادیاں بھی اسے طے کرنی پڑتی ہیں۔اپنوں اور بیگانوں کے تعلقات کی شیرینی وتلخی کا مزہ بھی اسے چکھنا پڑتا ہے۔اورعروج واِقبال واِنحطاط وزوال کی نہ جانے کتنی داستانیں اس کی ذات سے وابستہ ہو جاتی ہیں۔

سب سے اہم اور بڑی بات تو یہ ہے کہ حقوقُ اللہ وحقوقُ العباد کی بہت ساری کٹھن منزلوں سے گذر کر آخر میں وہ دوسرے انسانوں کے لئے لائقِ تقلید نمونہ یاان کے لئے سامانِ عبرت بن جاتا ہے۔

انبیائے کرام ومرسلینِ عِظَام علیھم الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ صحابۂ کرام وتابعین وتبع تابعین وائمۂ مجتہدین وغیرھم رضوانُ اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین کی ذواتِ قدسیہ ہم سب کے لئے یقیناً قابلِ تقلید نمونہ ہیں کہ ان پاک باز ہستیوں نے اپنی زندگی اوراس کے اوقات ولمحات کو مرضیاتِ الٰہی کا تابع بنایا۔ان کے دل ودماغ نے وہی سوچا،ان کی آنکھوں نے وہی دیکھا،ان کی زبانوں نے وہی بات کہی،ان کے ہاتھوں نے وہی کام کیا اوران کے قدم اسی راہ پر چلے جس کا انہیں حکم دیا گیا اور جس کے وہ مامور ہوئے۔یقیناً یہ توفیقِ الٰہی اور فضلِ خداوندی ہے جو صرف نصیب والوں کو ملا کرتا ہے۔ذالک فضلُ اللہ یؤتیہ من یشاء۔

اسلام کی درخشندہ تاریخ میں نہ جانے کتنے ماہ ونجوم آفاقِ کائنات میں جگمگا رہے ہیں۔اورنہ جانے کتنے آفتاب وماہتاب، آسمانِ رشدوہدایت سے انوار عالم تاب کی شعاعیں بکھیر رہے ہیں۔اوران کی شعاعیں اتنی تابناک اور نظروں کو خیرہ کرنے والی ہیں کہ ان کی رنگارنگ صفات وکیفیات کو قید وشمار کی گرفت میں لانا اورانہیں ایک دوسرے سے ممتاز کرنا ہی ایک بڑا صبر آزما اور دشوار گذار بلکہ تقریباً متعذر ومستحیل کام ہے۔ہرایک کا اپنا الگ رنگ اور ہرایک کی متنوع خصوصیات اور بے نظیر تاثیر ہے۔اوراس مرحلہ پر عقل حیران رہ جاتی ہے کہ۔

شکارِ ماہ کہ تسخیرِ آفتاب کروں؟
میں کس کا ترک کروں کس کا انتخاب کروں؟

دور نہ جایئے۔ آیئے اور اپنے قریب بالکل قریب کی نمایاں ترین اسلامی شخصیات میں سے ایک عظیم دینی وروحانی شخصیت کو مرکزِ نگاہ بنایئے اور دیکھیے کہ ان کے فیضان کا چشمہ پورے ہندوستان میں رواں ہے اور گھر گھر ان کی عظمتوں کے گیت گائے جا رہے ہیں کہ انہوں نے ظلمت کدۂ ہند کو اپنی تبلیغ و اصلاح وتطہیرِ باطن اور تزکیۂ قلب کے ذریعہ بقعۂ نور بنا دیا۔ تاریخِ ہند کے صفحات گواہ ہیں کہ بے شمار انسان ان کے دستِ حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اور شرک وبت پرستی کے اس کثیف ماحول میں توحیدِ ربانی کی قندیل روشن ہوئی۔

کون نہیں جانتا کہ عطاے رسول، سلطان الہند، خواجۂ خواجگاں، سالارِ چشتیاں حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوزِ باطن اور حرارتِ عشقِ الٰہی ومحبت واطاعتِ خداوندی و اتباعِ سنتِ نبوی کی جو گرمی اہلِ اسلام کے دلوں میں پیدا کی تھی اس کی چنگاری آج بھی اسلامیانِ ہند کے دلوں میں سوزاں ہے۔ اور ان کے خلفا ومریدین ومتبعین کے ذریعہ ان کا پیغامِ توحید ہندوستان کے طول وعرض میں آج بھی گونج رہا ہے۔ انہوں نے توحید پرستی اور انسان دوستی کی جو قابلِ قدر روایت قائم کی تھی وہ پاک طینت صوفیہ ومشائخ صالحین کے سلسلۃ الذہب کے ذریعہ عہد بعہد منتقل ہوتی ہوئی صدیوں تک جاری رہی اور اس کے کچھ نقوش خال خال آج بھی کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی شکل میں موجود اور روشن نظر آتے ہیں۔

انہوں نے جو زندگی گذاری وہ اپنے لئے نہیں تھی بلکہ اپنے خدا کے لئے تھی۔ اور باقی حصہ جو کچھ بھی تھا وہ خلقِ خدا کی ہدایت ورہنمائی کے لئے وقف تھا۔ ان کا کھانا پینا، سونا جاگنا، اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، سب کچھ تابعِ فرمانِ الٰہی تھا۔ اور ان کی زندگی کا لمحہ لمحہ ایک بہترین درسِ عمل اور نمونۂ تقلید تھا۔ وہ جو کچھ کہتے اور کرتے تھے وہ قرآنِ حکیم وسنتِ رسول کریم کے عین مطابق ہوا کرتا تھا۔ خلفاے راشدین وصحابۂ کرام وتابعین وتبع تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ارشادات وروایات کو وہ حرزِ جاں بنائے ہوئے تھے۔ اسلام نے اپنے ماننے والوں کے لئے جو دائرہ بنا دیا ہے اسی کے اندر رہ کر ہی ان کی معاشرتی زندگی گذرا کرتی تھی۔ اکلِ حلال وصدقِ مقال وصفاے قلب ان کی طیب وطاہر زندگی کا طرۂ امتیاز تھا۔

ان کے پاس جو بھی آتا اسے وہ درسِ اسلام دیتے۔ کبھی اپنے قول سے، کبھی اپنے عمل سے۔ اور اس گفتار وکردار میں وہ تاثیر ہوا کرتی تھی کہ دل سینوں سے کھنچ کر باہر آجاتے اور وہ اسی

رنگ میں رنگ جاتے جس رنگ میں وہ کسی کو رنگنا چاہتے تھے۔ان کے در سے کوئی خالی نہیں جاتا تھا۔کیوں کہ خدمتِ خلق کو انہوں نے اپنا شعار بنا رکھا تھا۔انسانیت کی تڑپ ان کے دل کو مجبور کرتی تھی کہ وہ انسانوں کے کام آئیں،ان کے دکھ درد کو اپنا دکھ درد سمجھیں،ان کی حاجت وضرورت پوری کرنے کی حتی المقدور کوشش کریں۔کیوں کہ بندگانِ خدا کی خدمت وہمدردی بھی عینِ بندگیِ حق ہے۔

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

یہی وہ مقرب بندگانِ حق ہیں کہ جب وہ اس خاکدانِ گیتی کے بکھیڑوں سے الگ ہو کر شہرِ خموشاں کا رخ کرتے ہیں،ان کا رشتۂ حیات جب عالم برزخ کے ساتھ جڑ جاتا ہے۔اور اپنے خالق ومالک کے ساتھ ان کا وصال ہو جاتا ہے تو رحمت ومحبت کے اتھاہ ساگر سے ابھرتی ہوئی ایک آواز ان کے کانوں میں گونجتی ہے کہ ''نَم کنومۃِ العروس ''سو جاؤ جیسے دلہن سوتی ہے۔

صدیوں پہلے حدودِ شریعت میں رہتے ہوئے یہ رسم ایجاد ہوگئی کہ ایسے محبوبانِ بارگاہِ الٰہی کے وصال کے دن ہر سال آیاتِ قرآنی وادعیۂ ماثورہ ودرود شریف کا وِرد کر کے ان کی ارواحِ طیبہ کو ایصالِ ثواب کیا جائے۔اور ان کے اوپر رحمتِ خداوندی کا جو نزول ہو رہا ہے اس سے کچھ حصہ پانے کے لئے بزمِ فیضان سجائی جائے۔انہوں نے جس انداز سے کتاب وسنت کے مطابق مومنِ مخلص کی طرح دنیاوی لذات وشہوات سے دور رہ کر پاکیزہ اسلامی زندگی گذاری اسے یاد کرنے اور لوگوں کو اس کی یاد دلا کر اسی طرز وروش کے مطابق اپنے ایام زندگی گذارنے کی دعوت دی جائے۔اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اپنے فریب خوردہ نفس کو اس موت کی یاد دلائی جائے جس کی آغوش میں سب کو جانا ہے۔از آدم تا ایں دم جو بھی پیدا ہوا اس پر موت طاری ہوئی اور قیامت تک جو بھی عدم سے وجود میں آئے گا اسے ہر حال میں موت کا سامنا کرنا ہے۔باقی رہنے والی ذات صرف اس اللہ رب العزت کی ہے جس نے موت وحیات دونوں کو پیدا فرمایا۔اس کے علاوہ ہر ایک کو زوال وفنا ہے جس کے بعد برزخی زندگی اور حشر ونشر کا اس کے سامنے دشوار گذار مرحلہ درپیش ہے۔

انتقال ووصال کی یادگار باقی رکھنے کے لئے بزرگانِ دین کے ہزاروں اَعراس منعقد کیے جاتے ہیں اور لاکھوں انسان ان میں شرکت کر کے اپنے اپنے ظرف کے مطابق فیض یاب ہوتے

ہیں۔کوئی صوبہ اور شہر کیا کوئی قصبہ بھی ہندوستان میں شاید ایسا نہ مل سکے گا جہاں کسی نہ کسی بزرگ کا عرس نہ ہوتا ہو۔لیکن ان سارے اعراس کے ہجوم میں ایک عرس ایسا بھی ہے کہ جب اس کا موسمِ بہار آتا ہے تو ہندوستان کے ہر گوشہ میں بچہ بچہ کی زبان پر اس کا ذکر اور چرچا ہونے لگتا ہے۔اور دیوانوں کے قافلے مشکلات اور مزاحمتوں کا سینہ چیر کر اس مقدس شہر کا رخ کرنے لگتے ہیں جو راجپوتانہ کی سرزمین پر اجمیر کے نام سے مشہور و معروف ہے۔صرف اجمیر نہیں بلکہ شریف بھی جس کے نام کا جُز بن کر اب اس کا نام اجمیر شریف ہو چکا ہے۔

کیا وزیر، کیا فقیر، کیا امیر، کیا غریب، کیا عالم، کیا جاہل، کیا شاہ، کیا گدا، سلطان الہند خواجہ غریب نواز کا دربار ہی ایسا پُرکشش ہے جہاں ہر روز عقیدت کیشوں کا ہجوم رہتا ہے۔تقریباً آٹھ سو سال میں جن سلاطین واُمرا نے دربارِ خواجہ میں اپنی عقیدت مندی کے پھول نچھاور کیے ہیں۔جن علما و فضلا و مشائخ اور ادبا و شعرا نے اس بارگاہ کی خاک روبی کی ہے۔کروڑوں انسانوں نے حاضرِ دربار ہو کر جس نیاز مندی کا مظاہرہ کیا ہے۔بڑے بڑے کج کلاہوں نے آستانۂ خواجہ پر جس طرح اپنی جبین عقیدت خم کی ہے۔اور شاہی خزانہ کے مالکوں اور ان کے وارثوں نے فقیر و گدا بن کر کوچۂ خواجہ میں اپنی عقیدتوں کی جو نذر پیش کی ہے۔اس کا ذکر تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہے جسے پڑھ کر اور آج بھی اس کے کچھ نمونے دیکھ کر دل بے ساختہ پکار اٹھتا ہے کہ یہی ہے: ع

وہ آستانہ جہاں شاہ بھی غلام بنے

☆☆☆

بارگاہِ خواجۂ ہند میں امام احمد رضا کی حاضری

مزرعِ چشت و بخارا و عراق و اجمیر
کون سی کشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا (رضاؔ بریلوی)

خواجۂ ہند وہ دربار ہے اعلیٰ تیرا
کبھی محروم نہیں مانگنے والا تیرا (حسنؔ بریلوی)

عاشقِ رسول، فقیہِ اسلام، حضرت مولانا الشاہ عبدالمصطفیٰ احمد رضا حنفی قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ (متولد ۱۲۷۲ھ/ ۱۸۵۶ء۔ متوفی ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) متبحر عالم و فاضل اور جامعِ شریعت وطریقت شیخِ کامل تھے۔ آپ کی ذات علمِ نافع وعملِ صالح کا قابلِ صدرشک نمونہ تھی۔ اپنے عہد میں آپ مرکزِ فتاویٰ ومرجعِ انام تھے۔ آپ کے قلمِ حقیقت رقم سے نکلی ہوئی تقریباً ایک ہزار چھوٹی بڑی کتب ورسائل اس دعویٰ پر شاہدِ عدل ہیں۔

تصوف وطریقت کے اسرار ورموز سے آپ بخوبی واقف اوران کے عارف تھے۔ آپ کے رسائلِ مبارکہ "کشفِ حقائق واسرار ودقائق (۱۳۰۸ھ)" "الیاقوتۃ الواسطہ فی قلب عقد الرابطہ (۱۳۰۹ھ) نقاء السلافۃ فی احکام البیعۃ والخلافۃ (۱۳۱۹ھ) مقالِ عُرفا باعزازِ شرع وعُلما (۱۳۲۷ھ) اور فتاویٰ رضویہ وغیرہ کے اندر دینی ومذہبی اور علمی وعملی ہرلحاظ سے جو ایمان افروز، روح پرور، دل نشیں اور چشم کشا نمونے ملتے ہیں وہ آپ کے روحانی مراتبِ کمال پر دال ہیں۔ جن سے آپ کے مدارجِ عالیہ ومراتبِ رفعیہ کا ہر منصف مزاج شخص کو علم ہی نہیں بلکہ ان کا یقین بھی ہوجاتا ہے۔

امام احمد رضا حنفی قادری برکاتی بریلوی اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"میں روتا ہوا دوپہر کو سوگیا۔ دیکھا کہ حضرت جدِ امجد (مولانا رضا علی بریلوی) رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور ایک صندوقچی عطا فرمائی۔ اور فرمایا! عنقریب آنے والا ہے وہ شخص جو

تمہارے دردِدل کی دوا کرے گا۔دوسرے یا تیسرے روز حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ بدایوں سے تشریف لائے اور اپنے ساتھ مارہرہ شریف تشریف لے گئے۔وہاں جا کر شرفِ بیعت حاصل کیا۔(ص ۶۳۔الملفوظ حصہ سوم۔رضا اکیڈمی ممبئی)

خانقاہِ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ شریف (ضلع ایٹہ،یوپی) سے آپ کی روحانی وابستگی تھی۔محبّ الرسول تاج الفحول حضرت مولانا عبدالقادر عثمانی قادری برکاتی بدایونی قدس سرہٗ (متوفی ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء) کے ایماو مشورے پر ان کی رفاقت میں آپ ۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء میں مارہرہ شریف حاضر ہوئے۔اس وقت آپ کی عمر بائیس سال تھی۔خاتم الاکابر حضرت مولانا سید شاہ آل رسول احمدی قادری برکاتی مارہروی قدس سرہ (متوفی ۱۲۹۶ھ/۱۸۷۹ء) کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے اور اسی وقت اجازت وخلافت سے بھی نوازے گئے۔ایک سوال کے جواب میں حضرت خاتم الاکابر مارہروی نے ارشاد فرمایا:

''اورلوگ میلا کچیلا زنگ آلود دل لے کر آتے ہیں جس کے تزکیہ کے لئے ریاضت ومجاہدہ کی ضرورت ہوتی ہے۔یہ مصفّٰی ومزکّٰی قلب لے کر آئے۔انہیں ریاضت ومجاہدہ کی کیا ضرورت تھی؟ صرف اِتصالِ نسبت کی حاجت تھی جو بیعت کے ساتھ ہی حاصل ہو گیا۔''

مزید فرمایا!''مجھے بڑی فکر تھی کہ بروزِ حشر اگر احکم الحاکمین نے سوال فرمایا کہ:

آلِ رسول! تو میرے لئے کیا لایا ہے؟ تو میں کیا پیش کروں گا؟

مگر خدا کا شکر ہے کہ آج وہ فکر دور ہو گئی۔اس وقت ''احمد رضا'' کو پیش کر دوں گا۔

(شمارۂ پنجم تا دہم۔ترجمانِ اہل سنت پیلی بھیت۔ودیگر کتب وروایات)

قارئینِ کرام پر یہ حقیقت بھی واضح رہنی چاہیے کہ امام احمد رضا حنفی قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ ہر شیخ ومرشدِ طریقت کے لئے حسب قاعدۂ شریعت وطریقت یہ چار شرطیں لازم قرار دیتے ہیں:

اول: سنی صحیح العقیدہ مطابقِ عقائدِ علمائے حرمین شریفین ہو۔

دوم: اتنا علم رکھتا ہو کہ اپنی ضرورت کے مسائل کتاب سے خود نکال سکے۔

سوم: فاسق معلن نہ ہو۔

چہارم: اس کا سلسلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہو۔

(ص ۵۸۸۔فتاویٰ رضویہ مترجم۔جلد ۲۱،رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اور بیعت وارشاد کے بارے میں فرماتے ہیں:

''لوگ بیعت بطور رسم ہوتے ہیں، بیعت کا معنی نہیں جانتے۔ بیعت اسے کہتے ہیں کہ حضرت یحیٰ منیری کے ایک مرید دریا میں ڈوب رہے تھے کہ حضرت خضر علیہ السلام ظاہر ہوئے اور فرمایا! اپنا ہاتھ مجھے دے کہ تجھے نکال لوں۔

ان مرید نے عرض کیا کہ یہ ہاتھ حضرت یحیٰ منیری کے ہاتھ میں دے چکا ہوں۔ اب دوسرے کو نہ دوں گا۔ حضرت خضر علیہ السلام غائب ہو گئے۔ اور حضرت یحیٰ منیری ظاہر ہوئے اور ان کو نکال لیا۔

(ص ۴۲۔ الملفوظ حصہ دوم۔ رضا اکیڈمی بمبئی)

''بیعت کے معنی بک جانا۔ سبع سنابل شریف میں ہے۔ ایک صاحب کو سزائے موت کا حکم بادشاہ نے دیا۔ جلاد نے تلوار کھینچی۔ یہ اپنے شیخ کے مزار کی طرف رخ کر کے کھڑے ہو گئے۔ جلاد نے کہا۔ اس وقت قبلہ کو منہ کرتے ہیں۔ فرمایا! تو اپنا کام کر۔ میں نے قبلہ کو منہ کر لیا ہے۔

اور ہے بھی یہی بات، کہ کعبہ قبلہ ہے جسم کا اور شیخ قبلہ ہے روح کا۔ اس کا نام اِرادت ہے۔ اگر اس طرح صدقِ عقیدت کے ساتھ ایک دروازہ پکڑ لے تو اس کو فیض ضرور آئے گا۔ اور بالفرض وہ بھی نہ سہی تو حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ تو معدنِ فیض ومنبع انوار ہیں، ان سے فیض آئے گا۔ سلسلہ صحیح اور متصل ہونا چاہیے۔ (ص ٦۵، الملفوظ حصہ دوم۔ رضا اکیڈمی بمبئی)

اسی حسنِ عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے قصیدۂ غوثیہ (اکسیرِ اعظم ۱۳۰۲ھ) میں امام احمد رضا بریلوی عرض کرتے ہیں:

سر توئی، سرور توئی، سر راسر وساماں توئی
جاں توئی، جاناں توئی، جاں راقرارِ جاں توئی

☆☆☆

تیری سرکار میں لاتا ہے رضاؔ اس کو شفیع
جو مرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

حسنِ عقیدت کا یہ والہانہ انداز بھی کتنا روح پرور ہے:

ترا ذرہ مہِ کامل ہے یا غوث

ترا قطرہ یمِ سائل ہے یاغوث
کوئی سالک ہے یاواصل ہے یاغوث
وہ کچھ بھی ہو ترا سائل ہے یاغوث
کہاتونے کہ جو مانگو ملے گا
رضاؔ تجھ سے تراسائل ہے یاغوث

ایک رسالہ ''انھارُالانوار مِن یمّ صلوٰۃِ الاسرار (۱۳۰۵ھ) میں یہ شیفتگی ووارفتگی اس رسالہ ہی نہیں خود آپ کے حسنِ خاتمہ کا کتنا رشک آفریں نمونہ ہے:

''یہ ہے جواس گدائے سرکار فیض بارقادریہ پر برکات ونعماتِ حضور پُرنور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ سے فائض ہوا۔ ع

گر قبول افتدز ہے عزوشرف

گدائے بےنوا،فقیرِ ناسزا،اپنے تاج دارِ عظیم الجود عمیم العطا کے لطفِ بے منت وکرمِ بے علت سے اس صلے کا طالب کہ عفووعافیت وحسنِ عاقبت کے ساتھ اس دارِ ناپائدار سے رخصت ہوتے ہوئے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز پسر، بتولِ زہرا کے لختِ جگر، علی مرتضیٰ کے نورِ نظر، حسن وحسین کے قرۂ بصر، محیِ سنتِ ابی بکر وعمر صلی اللہ تعالیٰ علی الحبیب وعلیہم وسلم، یعنی حضور غوثِ صمدانی، قطبِ ربانی، واھبُ الآمال ومعطی الامانی حضور پرنور غوث اعظم، قطبِ عالم، محی الدین ابومحمد عبدالقادر حسنی حسینی جیلانی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ وارضاہ وجعل حرزنا فی الدارین رضاہ کی محبت وعشق وعقیدت واتباع واطاعت پر جائے اور جس دن یوم ندعو کل اناس بامامھم کا ظہور ہو، یہ سراپا گناہ زیرلوائے بےکس پناہ سرکار قادریت ظل الٰہ جگہ پائے۔فان ذٰلك علی اللّٰہ یسیر۔ان اللّٰہ علی کل شئی قدیر۔

(ص ۵۴۷و۵۴۸۔فتاویٰ رضویہ، جلد سوم۔رضا اکیڈمی بمبئی)

ایک خطبۂ رسالہ کے آخر میں لکھتے ہیں:

قال الفقیر عبدالمصطفیٰ احمدرضاالمحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی البریلوی،لَمَّ اللّٰہ شعثہ وتحت اللواء الغوثی بعثہ۔(ص ۳۔الیاقوتۃ الواسطۃ فی قلب

عقدِالرابطة(۱۳۰۹ھ) مطبوعہ المجمع الاسلامی،مبارک
پورضلع اعظم گڈھ-یوپی)

گویا آپ کے ہر بنِ مو سے یہ صدا آتی تھی کہ:

قادری کر، قادری رکھ، قادریوں میں اٹھا
قدرِ عبدالقادرِ قدرت نما کے واسطے

سورت، گجرات سے ایک سوال آیا کہ امام اعظم ابوحنیفہ افضل ہیں یا سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی ؟اس کا جواب دیتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی رقم طراز ہیں:

''امام عبدالوہاب شعرانی میزانُ الشریعۃ الکبریٰ میں فرماتے ہیں:

الامام ابوحنیفۃ سئل عن الاسود والعطاء وعلقمۃ ایُّھم
افضل-فقال-واللّٰہ مانحن باھل ان نذکرھم فکیف نفاضل بینھم-

یعنی ایک روز امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال ہوا-امام علقمہ وامام اسود شاگردانِ حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ وامام عطا بن ابی رباح استاذِ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین میں کون افضل تھا؟

فرمایا: ہم ان کے ذکر کرنے کے قابل نہیں نہ کہ ان میں ایک کو دوسرے سے افضل بتائیں-

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد تو اضعاً تھا اور یہاں قطعاً حقیقتِ امر ہے-حاشَ لِلّٰہ-ہمارے منہ اس قابل نہیں کہ حضور سیدنا امام اعظم یا حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا نام پاک اپنی زبان سے لیں-

یہ بھی رحمتِ الٰہیہ ہے کہ اس نے ہمیں اپنے محبوبوں کے ذکر کی اجازت دی ہے-ہم کس منہ سے ان میں تفاضل بیان کریں؟ وہ ہماری شریعت کے امام اور یہ ہماری طریقت کے امام مفرد-

عہدہا بالبِ شیریں دہناں بست خدا
ماہمہ بندہ وایں قوم خداوند انند

اور یہاں اسی میزان میں انہیں امام شعرانی کا یہ قول:

اعتقادنا ان اکابر الصحابۃ والتابعین والائمۃ المجتھدین
کان مقامھم اکبر من مقام باقی الاولیاء بیقین-وارد ھے-

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلاشبہ واصلانِ عین الشریعۃ الکبریٰ کے سرداروں میں سے ہیں۔ اور اس کے واصلوں کو یہی امام شعرانی اسی میزان میں فرماتے ہیں:

من اشرف علیٰ عین الشریعة الاولیٰ یشارك المجتهدین فی الاغتراف من عینِ الشریعة فانه ماثمَّ احدحق له قدم الولایة المحمدیة اِلا ویصیریأخذاحکام شرعهٖ صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم من حیث اخذهاالمجتهدون۔ وینفك عنه التقلید لجمیع العلماء اِلا لرسولِ اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم۔ ثم مانقل عن احدمن الاولیاء انه کان شافعیاً اوحنفیاً مثلاً فذالك قبل ان یصل مقام الکمال۔

(جو عین شریعت کے چشمۂ صافی پر پہنچ جاتا ہے وہ اس نہرِ حقیقت سے چلّو لینے میں مجتہدین کا شریک و سہیم ہو جاتا ہے۔ اور جو شخص ولایتِ محمدیہ کے درجۂ عظمیٰ پر فائز ہو جاتا ہے وہ وہیں سے احکام حاصل کر سکتا ہے جہاں سے ائمۂ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ اس کے لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا تمام علمائے امت کی تقلید سے آزادی ہے۔ اور بعض اولیا کے بارے میں جو یہ آیا ہے کہ حنفی یا شافعی تھے وغیرہ۔ تو یہ ان حضرات کے مقامِ کمال تک پہنچنے سے پہلے کی بات ہے)۔

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ "محی الدین" ہیں۔ اِحیائے دین کے لئے قائم کیے گئے۔ اور مذہبِ حنبلی اسلام کا رُبع ہے۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: جعلتك ربع الاسلام۔ ہم نے تمہیں اسلام کا چہارم کیا۔ یہ مذہب قریبِ اِندراس تھا لہٰذا اس کے اِحیا کے لئے اس پر اِفتا فرماتے۔

ہاں! حضور سیدنا امام اعظم رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ کے لئے حضرات عالیہ امام مالک و امام شافعی و امام احمد ومن بعدهم من الائمة الکرام رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہم پر فضلِ تابعیت ہے۔ امام تابعی ہیں۔ رأی انساً رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ۔ اور باقی حضرات میں اور کوئی تابعی نہیں۔

وماوقع مِن علیِ القاری فی المرقاة من تابعیةِ الامام مالك

رضی اللہ تعالیٰ عنہ فسھوٌ ظاھرٌ لایلتفت الیہ۔

اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مرقاۃ میں جو یہ سہو ہوا کہ حضرت امام مالک تابعی ہیں۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔قابلِ التفات نہیں۔

گدائے قادری عرض کرتا ہے:

صحابیت ہوئی، پھر تابعیت
بس آگے قادری منزل ہے یاغوث
ہزاروں تابعی سے تو فزوں، ہاں
وہ طبقہ مجملاً فاضل ہے یاغوث

واللہ تعالیٰ اعلم۔(ص۳۲و۳۳ فتاویٰ رضویہ، جلد یازدہم۔مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی)

اِمام احمد رضا حنفی قادری برکاتی بریلوی جملہ صحیح و مستند سلاسلِ طریقت مثل چشتیہ ونقشبندیہ وسہروردیہ ورفاعیہ وشاذلیہ وغیرہ اوران کے صحیح الاعتقاد سنی مشائخِ کرام کو برحق سمجھنے کے ساتھ ان کے عقیدت مند بھی تھے اور جہاں کہیں ان کا ذکر اوران کا نام آپ کی تحریروں میں ملتا ہے حسنِ ادب واحترام کے ساتھ ہی ملتا ہے۔اس کے ساتھ ہی آپ سلسلۂ عالیہ قادریہ کو افضلُ السلاسل قرار دیتے تھے۔چنانچہ ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:

''ہمارے نزدیک خاندانِ عالی شان قادری سب خاندانوں سے اعلیٰ وافضل ہے۔(ص۲۱۴۔فتاویٰ رضویہ جلد دوازدہم، رضا اکیڈمی بمبئی۔وص۵۷۶۔فتاویٰ رضویہ مترجم، جلد۲۶۔رضا فاؤنڈیشن لاہور)

دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں:

''سلاسل واسانیدِ اولیاے کرام کا کیا کہنا۔خصوصاً سلسلۂ عالیہ علیہ حضور پُر نور سیدنا غوثِ اعظم قطبِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیٰ جدّہٖ الکریم وآبائہٖ الکرام وعلیہ وسلم۔

(ص۴۶۶،فتاویٰ رضویہ مترجم۔جلد۲۱۔رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اولیاے کرام کی ایک دوسرے پر تفضیل کوئی اعتقادی مسئلہ نہیں،چنانچہ ایک سوال کہ سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کو دوسرے اکابر اولیاے کرام سے افضل سمجھنے کا عقیدہ رکھنا جائز ہے یانہیں؟اس کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی لکھتے ہیں:

''عقیدہ وہ چیز ہے جس کا اعتقاد مدارِ سنیت اوراس کا انکار بلکہ اس میں تردد گمراہی وضلالت۔اس قسم کے اموران مسائل سے نہیں ہوتے۔الخ

(ص۲۲۲۔فتاویٰ رضویہ،جلد دوازدہم،رضا اکیڈمی بمبئی)

آپ کے اوپر قادری رنگ اتنا غالب تھا کہ اپنے قادری مشائخِ طریقت ہی کو ذریعۂ فیضان سمجھ کران سے ہی ہمہ وقت اِستمداد کیا کرتے تھے اوران کی تعریف وتوصیف میں رطب اللسان رہا کرتے تھے۔یہی وجہ ہے کہ آپ کی منظوم منقبتیں صرف مشائخ قادریہ کے اوصاف وکمالات ومحامدومحاسن پر مشتمل ہیں اوردیگر مشائخِ سلاسل سے حسنِ عقیدت کے باوجودآپ نے ان میں سے کسی کی منظوم منقبت نہیں لکھی۔

آپ کی تحریر کردہ کوئی منقبت نہ محض شاعرانہ ہے نہ ہی پیشہ ورانہ بلکہ سبھی منقبتیں آپ کی قلبی کیفیات وواردات کا آئینہ ہیں جن میں اپنے قادری مشائخِ کرام بالخصوص قطب ربانی غوث صمدانی محبوب سبحانی حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انوار وتجلیات کی ضوفشانی ہے۔جہاں کوئی آورد نہیں آمد ہی آمد ہے۔اوراس نہاں خانۂ قلب میں کسی طرح کا تکلف وتصنع نہیں بلکہ ہرطرف حسنِ فطرت کی کرشمہ سازی ہے۔ہرسمت نوائے حقیقت کا سوزوساز ہے۔اورہر چہار جانب صفاووفا کا پرتوِ جمال اور رعنائیِ خیال ہے۔

ہاں!اگرآپ نے غیرقادری مشائخ کرام میں سے کچھ کی منقبت لکھی ہوتی اوربعض اہم شخصیات کی منقبتیں نہ ہوتیں تو شاید کسی کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا کہ ایسا کیوں ہوا؟اگرچہ یہ بھی کوئی قابلِ انگشت نمائی بات نہ ہوتی کیوں کہ جس طرح کوئی عالم ومحقق ومصنف کچھ موضوعات پردادِ تحقیق دیتا ہے اوربہت سے موضوعات پر خامہ فرسائی نہیں کرپاتا ہے تواس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ اسے باقی موضوعات کی اہمیت وعظمت سے کوئی اجتناب واحترازیا کسی طرح کا انکار ہے۔ایسے وساوس واوہام اسی شخص کے دل میں پیدا ہوسکتے ہیں جو بدگمانی کے مرض میں مبتلا اوراس گناہ کے ارتکاب کا عادی ہو۔یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ اپنی ناسمجھی سے ایسی بات سوچ رہا ہواوراس کا بھی احتمال ہے کہ وہ محض شرانگیزی کی نیت سے اس طرح کے شوشے چھوڑ رہا ہو۔

کچھ اسی طرح کی حرکت وہابیہ دیابنہ باربار کرتے ہیں اورعلمائے اہل سنت کو چھیڑنے اورانہیں چڑھانے کے لئے تحریراًوتقریراًیہ شوشہ بازی کرتے رہتے ہیں کہ آپ کے مولانا

احمد رضا بریلوی بہت بڑے عاشقِ رسول بنتے ہیں اور آپ لوگ بھی ان کے عاشق رسول ہونے کا صبح وشام چرچا کرتے رہتے ہیں مگر انہیں اس کی توفیق نہ ہوسکی کہ وہ "سیرتِ رسول" پر کوئی کتاب لکھ سکیں۔ ایسے لوگوں کو علمائے اہل سنت بار بار جواب دیتے ہیں کہ:

امام احمد رضا بریلوی کوئی خاص موضوع منتخب کر کے دیگر مصنفین کی طرح اپنی کتب ورسائل نہیں لکھا کرتے تھے۔ وہ بنیادی طور پر ایک فقیہ ومفتی تھے اور ان کی ساری زندگی فقہ وافتا کی خدمت میں گذری۔ ان کے پاس عرب وعجم سے ہمیشہ سیکڑوں دینی سوالات آتے رہتے تھے، جن کے جوابات لکھنے لکھانے ہی میں آپ کا سارا وقت گذر جاتا تھا۔ اور یہ خدمت اس خدمت سے بڑی ہے جو ان کے معاصر مصنفین نے انجام دی ہیں۔ آپ تقدیس الوہیت وتعظیم نبوت کو اہلِ ایمان کے دلوں میں راسخ کرنے کی مہم میں تاحیات سرگرمِ عمل رہے۔ سید الانبیاء والمرسلین خاتم النبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت وناموس کا تحفظ اور منکرین عظمتِ رسول کا تعاقب کرنے میں اپنی ساری علمی وفکری توانائی آپ نے صرف کردی۔ یہ کارنامہ سیرتِ رسول پر کوئی کتاب لکھنے سے زیادہ عظیم ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

مگر ایسے اطمینان بخش جواب کے باوجود وہابیہ دیابنہ پلٹ کر یہی بات بار بار دہراتے رہتے ہیں کہ آخر مولانا احمد رضا بریلوی نے سیرتِ رسول پر کوئی کتاب کیوں نہیں لکھی؟ ان کی اس حرکت کو شر پسندی وفتنہ انگیزی کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے؟

راہِ تصوف اور بابِ مناقب میں امام احمد رضا بریلوی کا طرزِ فکر وعمل سمجھنے کے لئے یہ مستند واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔ ایک سوال کے جواب میں آپ تحریر فرماتے ہیں:

"حضور پرنور سیدُ الاولیاء الکرام امام العُرفاء العظام حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سیدی علی بن ھیتی قدس سرہ الملکوتی کے یہاں رونق افروز ہوئے۔ حضرت علی بن ہیتی نے اپنے مرید خاص ولی با اختصاص سیدی ابوالحسن علی جوسقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو حکم دیا کہ خدمتِ حضرت غوثیت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملازمت اختیار کریں۔ اور یہ پہلے فرما چکے تھے کہ میں (علی بن ہیتی) حضور پرنور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلاموں سے ہوں۔

سید ابوالحسن (جوسقی) قدس سرہ پیر سے یہ کچھ سن کر اس پر رونے لگے اور آستانۂ پیر کو چھوڑنا کسی طرح نہ چاہا۔ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے روتا دیکھ کر فرمایا:

مایحبُ اِلاَّ الثدی الذی رضع منه۔

جس پستان سے دودھ پیا ہے، اس کے غیر کو نہیں چاہتا۔

انہیں حکم دیا کہ اپنے پیر کی ملازمت میں رہیں۔ اخرج سیدی الامام نورالدین ابوالحسن علی بن یوسف اللخمی قدس سرہ فی "بهجة الاسرار ومعدن الانوار" بسندٍ صحیح عن سیدی ابی حفص عمر البزارقدس اللّٰہ تعالیٰ سرہ۔ (ص ۴۷۷۔ فتاویٰ رضویہ مترجم، جلد ۲۱۔ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اور ایک عرض کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی ارشاد فرماتے ہیں۔ عرض وارشاد دونوں ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

عرض: حضرت سیدی احمد زروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے:

جب کسی کو کوئی تکلیف پہنچے یا زروق کہہ کر ندا کرے۔ میں فوراً اس کی مدد کروں گا۔

ارشاد: مگر میں نے کبھی اس قسم کی مدد نہ طلب کی۔ جب کبھی میں نے استعانت کی یاغوث ہی کہا۔ یک در گیر محکم گیر۔

میری عمر کا تیسواں سال تھا کہ حضرت محبوب الٰہی (خواجہ نظام الدین اولیا چشتی دہلوی) کی درگاہ میں حاضر ہوا۔ احاطہ میں مزامیر وغیرہ کا شور مچا تھا۔ طبیعت منتشر ہوتی تھی۔ میں نے عرض کیا: حضور! میں آپ کے دربار میں حاضر ہوا ہوں، اس شوروشغب سے مجھے نجات ملے۔

جیسے ہی پہلا قدم روضۂ مبارک میں رکھا ہے کہ معلوم ہوا سب ایک دَم چپ ہوگئے۔ میں نے سمجھا کہ واقعی سب لوگ خاموش ہوگئے۔ قدم درگاہ شریف سے باہر نکالا، پھر وہی شوروغل تھا۔ پھر اندر قدم رکھا پھر وہی خاموشی۔

معلوم ہوا کہ یہ سب حضرت کا تصرف ہے۔ یہ بین کرامت دیکھ کر مدد مانگنی چاہی۔ بجائے حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام مبارک کے یاغوثاہ زبان سے نکلا۔ وہیں میں نے اکسیرِ اعظم قصیدہ بھی تصنیف کیا۔

(پھر ارشاد فرمایا) ارادت شرطِ اہم ہے۔ بیعت میں بس مرشد کی ذراسی توجہ درکار ہے۔ اور دوسری طرف اگر ارادت نہیں تو کچھ نہیں ہوسکتا۔

ایک صاحب حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلاموں میں سے تھے۔ انہوں

نے واقعہ میں یعنی سوتے جاگتے میں دیکھا کہ ایک ٹیلہ پر یاقوت کی کرسی بچھی ہے۔اس پر حضرت سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف فرما ہیں اور نیچے ایک مخلوق جمع ہے۔ ہر ایک اپنی اپنی چٹھی دیتا ہے۔حضرت اس کو بارگاہ رب العزت میں پیش کرتے ہیں۔یہ چپکے کھڑے رہے۔جب حضرت نے بہت دیر تک انہیں دیکھا اور انہوں نے کچھ نہ کہا تو خود فرمایا ''ھاتِ اعرض قصتك'' لاؤ کہ میں تمہاری عرضی پیش کروں۔

انہوں نے عرض کیا: اوشیخی عزلوہ. کیا میرے شیخ کو معزول کر دیا گیا؟ فرمایا: واللّٰہ ماعزلوہ ولن یعزلوہ. خدا کی قسم ان کو معزول نہیں کیا اور نہ کبھی ان کو معزول کریں گے۔انہوں نے عرض کی: تو بس میرا شیخ کافی ہے۔

آنکھ کھلی، حاضر ہوئے دربار میں سرکار غوثیت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کہ واقعہ عرض کریں۔قبل اس کے کہ کچھ عرض کریں حضور نے ارشاد فرمایا: ھاتِ اعرض قصتك۔لاؤ کہ تمہاری عرضی پیش کردوں۔

(فرمایا) ارادت یہ ہے۔ ہمہ شیرانِ جہاں بستۂ ایں سلسلہ اند۔

(پھر فرمایا) جب تک مرید یہ اعتقاد نہ رکھے کہ میرا شیخ تمام اولیاے زمانہ سے میرے لئے بہتر ہے، نفع نہ پائے گا۔

علی بن ھیتی نے جو حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاص خلیفہ ہیں، ایک بار حضور کی دعوت کی۔ان کے خاص مرید تھے حضرت علی جوسقی رضی اللہ عنہ۔یہ کھانا لائے۔

خیال کرتے ہیں کہ روٹیاں کس کے سامنے پہلے رکھوں؟ اپنے شیخ کے سامنے رکھتا ہوں تو حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی شان کے خلاف ہے۔اور اگر حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے رکھتا ہوں تو ارادت تقاضا نہیں کرتی۔انہوں نے اس طرح روٹیاں گھمائیں کہ دونوں کے حضور ایک ساتھ جا کر گریں۔

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یہ مرید تمہارا بہت باادب ہے۔

علی بن ہیتی نے عرض کیا: بہت ترقیاں کر چکا ہے۔اب اس کو حضور اپنی خدمت میں لیں۔علی جوسقی یہ سنتے ہی ایک کونہ میں گئے اور رونا شروع کیا۔

حضور نے فرمایا: اس کو اپنے ہی پاس رہنے دو۔جس پستان کا پلا ہوا ہے اسی سے دودھ پئے گا۔دوسرے کو نہیں چاہتا۔

(پھر فرمایا) اپنے تمام حوائج میں اپنے شیخ ہی کی طرف رجوع کرے۔

(ص ۵۵ و ۵۶۔الملفوظ، حصہ سوم، رضا اکیڈمی بمبئی)

گویا کہ امام احمد رضا بریلوی اپنے ان اشعار کی عملی تصویر اور غیرت وحمیتِ قادریت وجذبۂ احسان شناسی کے پیکر تھے۔

تجھ سے در، در سے ہے سگ، سگ سے ہے مجھ کو نسبت
میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈورا تیرا
اس نشانی کے جو سگ ہیں نہیں مارے جاتے
حشر تک میرے گلے میں رہے پٹا تیرا
میری قسمت کی قسم کھائیں سگانِ بغداد
ہند میں بھی ہوں تو دیتا رہا ہوں پہرا تیرا
تیری عزت کے نثار، اے میرے غیرت والے!
آہ صد آہ! کہ یوں خوار ہو بُردہ تیرا

☆☆☆

سر توئی، سرور توئی، سررا سروساماں توئی
جاں توئی، جاناں توئی، جاں راقرارِ جاں توئی
بہر پایت خواجۂ ہنداں شہِ کیواں جناب
بل علیٰ عینی ورأسی ، گوید، آں خاقاں توئی
بندہ اَت غیرت برد، گر بردرِ غیرت رود
دَر رَود چوں بنگرد ہم شاہِ آں ایواں توئی

امام احمد رضا بریلوی صرف حضور سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دست گیری پر قربان نہیں تھے بلکہ عطاے رسول، سلطان الہند حضور سیدنا معین الملة والدین خواجہ غریب نواز اجمیری رضی اللہ عنہ کی شانِ غریب نوازی وفیض رسانی کا بھی آپ اپنی مجلسوں اور تحریروں میں چرچا کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک استفتا کے جواب میں آپ پورے یقین و اِذعان کے ساتھ تحریر فرماتے ہیں کہ:

''حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ضرور دست گیر ہیں اور حضرت سلطان الہند معین الحق والدین ضرور غریب نواز۔(ص ۴۳۔فتاویٰ رضویہ۔جلد یازدہم۔مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی)

غلام معین الدین اور اجمیر شریف نہ لکھنے والے کے خلاف آپ کا یہ تیور بھی کتنا پُر جلال ووہابیت کش اور روح پرور وعقیدت افروز ہے،اسے ذیل کے سوال وجواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ:از سرکار اجمیر مقدس،لنگر گلی،مسئولہ حکیم غلام علی صاحب۔۶رشوال ۱۳۳۹ھ

اگر کوئی مولوی اپنے مدرسہ کے دروازہ پر،اور خلافت کے بورڈ پر،اور خلافت کی ٹوپی پر،اور خلافت کی رسید پر فقط اجمیر لکھے۔کیا اجمیر کے ساتھ لفظ شریف نہ لکھنا اور اصلی نام غلام معین الدین پر غلام نہ لکھنا خلافِ عقیدۂ اہل سنت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

جواب:''اجمیر شریف کے نام پاک کے ساتھ لفظ شریف نہ لکھنا اور ان تمام مواقع میں اس کا التزام نہ کرنا اگر اس بنا پر ہے کہ حضور سیدنا خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جلوہ افروزیِ حیاتِ ظاہری ومزارِ پرانوار کو (جس کے سبب مسلمان اجمیر شریف کہتے ہیں) وجہِ شرافت نہیں جانتا تو گمراہ بلکہ عدوُّ اللہ ہے۔

صحیح بخاری شریف میں ہے۔رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

من عادیٰ لی ولیاً فقد اٰذنتہ بالحرب۔

اور اگر یہ ناپاک التزام بربنائے کسل وکوتاہ قلمی ہے تو سخت بے برکتی وفضلِ عظیم وخیرِ جسیم سے محرومی ہے۔کماافادہ الامام المحقق محی الدین ابوزکریاقدس سرہ فی الترضی۔

اور اگر اس کا مبنیٰ وہابیت ہے تو وہابیت کفر ہے۔اس کے بعد ایسی باتوں کی کیا شکایت؟ ماعلیٰ مثلہٖ یُعدّ الخطاء۔

اپنے نام سے غلام کا حذف اگر اس بنا پر ہے کہ حضور خواجۂ خواجگان رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم کا غلام بننے سے انکار واِستکبار رکھتا ہے تو بدستور گمراہ اور بحکمِ حدیثِ مذکور عدوُّ اللہ ہے۔اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

قال تعالیٰ :الیس فی جہنم مَثْوی المتکبرین۔

اور اگر بربنائے وہابیت ہے کہ غلامِ اولیائے کرام بننے والوں کو مشرک اور غلام محی الدین

اور غلام معین الدین کو شرک جانتا ہے تو وہابیہ خود زندیق، بے دین، کفار و مرتدین ہیں۔

وِلِلکَٰفرین عذاب مهین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ص ۱۸۷ و ۱۸۸۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ششم۔ مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی)

حضرت سیدنا معین الملۃ والدین خواجہ غریب نواز اجمیری رضی اللہ عنہ کے فیوض و برکات اور منکرین فیضانِ خواجہ غریب نواز کا ذکر کرتے ہوئے ایک مجلس میں امام احمد رضا بریلوی ارشاد فرماتے ہیں:

''حضرت خواجہ کے مزار سے بہت کچھ فیوض و برکات حاصل ہوتے ہیں۔

مولانا برکات احمد صاحب (بریلوی) مرحوم جو میرے پیر بھائی اور میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے، انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ:

میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ایک ہندو جس کے سر سے پیر تک پھوڑے تھے۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ کس قدر تھے۔ ٹھیک دوپہر کو آتا اور درگاہ شریف کے سامنے گرم کنکروں اور پتھروں پر لوٹتا اور کہتا کہ خواجہ اگن لگی ہے۔ تیسرے روز میں نے دیکھا کہ بالکل اچھا ہوگیا۔

بھاگل پور سے ایک صاحب ہر سال اجمیر شریف حاضر ہوا کرتے تھے۔ ایک وہابی رئیس سے ملاقات تھی۔ اس نے کہا۔ میاں! ہر سال کہاں جایا کرتے ہو؟ بے کار اتنا روپیہ صرف کرتے ہو۔ انہوں نے کہا چلو اور انصاف کی آنکھ سے دیکھو۔ پھر تم کو اختیار ہے۔

خیر! ایک سال وہ ساتھ میں آیا۔ دیکھا کہ ایک فقیر سونٹا لیے روضہ شریف کا طواف کر رہا ہے۔ اور یہ صدا لگا رہا ہے۔

''خواجہ! پانچ روپے لوں گا۔ اور ایک گھنٹہ کے اندر لوں گا۔ اور ایک ہی شخص سے لوں گا۔''

جب اس وہابی کو خیال ہوا کہ اب بہت وقت گذر گیا۔ ایک گھنٹہ ہوگیا ہوگا۔ اور اب تک اسے کسی نے کچھ نہ دیا۔ جیب سے پانچ روپے نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھے اور کہا:

لو میاں! تم خواجہ سے مانگ رہے تھے، بھلا خواجہ کیا دیں گے؟ لو ہم دیتے ہیں۔

فقیر نے وہ روپے تو جیب میں رکھے اور ایک چکر لگا کے زور سے کہا:

خواجہ تورے بلہاری جاؤں۔ دِلوائے بھی تو کسی خبیث منکر سے۔

(ص ۴۴۔ الملفوظ۔ حصہ سوم، مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی)

احسن الوعاء لآداب الدعا۔ مؤلفہ حضرت مولانا نقی علی قادری برکاتی بریلوی کی شرح

کرتے ہوئے: ذیل المدعا لاحسنِ الوعا میں امام احمد رضا بریلوی رقم طراز ہیں کہ

وہ چوالیس مقامات جہاں دعا زیادہ قبول ہوتی ہے ان میں ایک مزارِ حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری بھی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''سی ونہم ۳۹۔: مرقدِ مبارک حضرت حضرت خواجہ غریب نواز معین الحق والدین چشتی قدس سرہ (ص۵۹۔احسن الوعا مع شرحہ ذیل المدعا۔ مطبوعہ مکتبۃ المدینہ۔کراچی)

وہ چالیس مقاماتِ مقدسہ جہاں دعائیں زیادہ قبول ہوتی ان کا نمبروار ذکر کرتے ہوئے آخر میں امام احمد رضا بریلوی تحریر کرتے ہیں:

چہل و چہارم ۴۴۔اسی طرح تمام اولیا وصلحا ومحبوبانِ خدا تعالیٰ کی بارگاہیں، خانقاہی آرام گاہیں۔نفعنا اللہ تعالیٰ ببرکاتھم فی الدنیا و الآخرۃ۔آمین۔

سترہویں شب ماہ فاخر ربیع الآخر ۱۲۹۳ھ میں کہ فقیر کو اکیسواں سال تھا، اعلیٰ حضرت مصنفِ علام سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد وحضرت محبّ الرسول جناب مولانا مولوی محمد عبد القادر صاحب قادری بدایونی دامت برکاتھم العالیہ کے ہمراہ رکاب حاضرِ بارگاہ بے کس پناہ حضور پرنور محبوب الٰہی نظام الحق والدین سلطان الاولیاء رضی اللہ وتعالیٰ عنہ وعنھم ہوا۔

......دونوں حضرات عالیہ اپنے قلوبِ مطمئنہ کے ساتھ حاضر مواجہۂ اقدس ہوکر مشغول ہوئے۔اس فقیر بے توقیر نے ہجوم شوروشر سے خاطر پریشان پائی۔

دروازہ مطہرہ پر کھڑے ہوکر حضرت سلطان الاولیا سے عرض کی کہ:

اے مولیٰ! غلام جس لئے حاضر ہوا، یہ آوازیں اس میں خللؔ انداز ہیں۔(لفظ یہی تھے یا ان کے قریب، بہرحال مضمون عریضہ یہی تھا)

یہ عرض کرکے بسم اللہ کہہ کر داہنا پاؤں دروازۂ حجرۂ طاہرہ میں رکھا۔بعونِ ربِ قدیر وہ سب آوازیں دفعتہً گم تھیں۔مجھے گمان ہوا کہ یہ لوگ خاموش ہورہے۔پیچھے پھر کر دیکھا تو وہی بازار گرم تھا۔قدم کہ (اندر) رکھا تھا، باہر ہٹایا، پھر آوازدوں کا وہی جوش پایا۔

پھر بسم اللہ کہہ کر داہنا پاؤں اندر رکھا۔بحمد اللہ پھر ویسے ہی کان ٹھنڈے تھے۔

اب معلوم ہوا کہ یہ مولیٰ کا کرم اور حضرت سلطان الاولیاء کی کرامت اور اس بندۂ ناچیز پر رحمت ومعونت ہے۔

شکرالٰہی بجالایا اور حاضر مواجہہ عالیہ ہو کر مشغول رہا۔کوئی آواز نہ سنائی دی۔جب باہر آیا پھر وہی حال تھا کہ خانقاہِ اقدس کے باہر قیام گاہ تک پہنچنا دشوار ہوا۔

فقیر نے یہ اپنے اوپر گذری ہوئی گذارش کی کہ

اول تو وہ نعمتِ الٰہی تھی۔اور رب عزوجل فرماتا ہے۔واما بنعمة ربك فحدث۔اپنے رب کی نعمتیں لوگوں سے خوب بیان کرو۔

مع ھذا اس میں غلامانِ اولیائے کرام کے لئے بشارت اور منکروں پر بلا وحسرت ہے۔

الٰہی! صدقہ اپنے محبوبوں کا۔ہمیں دنیا وآخرت وقبر وحشر میں اپنے محبوبوں کے برکات بے پایاں سے بہرہ مند فرما۔آمین۔(ص ۶۰ و ۶۱۔ذیل المدعا لاحسن الدعا۔مؤلفہ امام احمد رضا بریلوی۔مطبوعہ۔مکتبۃ المدینہ، کراچی)

بارگاہِ سلطان الہند معین الملۃ والدین حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں امام احمد رضا بریلوی کی حاضری بھی ہوا کرتی تھی۔

برہانِ ملت حضرت مفتی محمد عبدالباقی برہان الحق رضوی جبل پوری (متوفی ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۴ء) خلیفہ امام احمد رضا بریلوی کے والد ماجد حضرت مولانا عبدالسلام جبل پوری (متوفی ۱۳۷۲ھ/۱۹۵۲ء) نے امام احمد رضا بریلوی کے دوسرے سفرِ حج وزیارت (۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء) سے واپسی کے وقت بمبئی میں سفرِ جبل پور کی دعوت دی تو امام احمد رضا بریلوی نے فرمایا کہ ابھی مجھے اجمیر شریف کی حاضری دینی ہے۔

چنانچہ اس سلسلے میں حضرت مفتی برہان الحق جبل پوری لکھتے ہیں:

"اعلیٰ حضرت نے بمبئی سے بریلی شریف کا قصد کیا۔والد ماجد نے جبل پور تشریف لے جانے کے لئے عرض کیا۔

فرمایا: ابھی تو اجمیر شریف حاضری دیتا ہوا بریلی جاؤں گا۔اِن شاءاللہ پھر کبھی جبل پور آؤں گا۔

(ص ۸۲۔اِکرام امام احمد رضا۔مرکزی مجلس رضا لاہور۔۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء)

سفرِ اجمیر شریف کا ایک مستند واقعہ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

علامہ نور احمد قادری (اسلام آباد، پاکستان) اپنے دادا حاجی عبدالنبی قادری رضوی (متوفی ۱۹۴۹ء کراچی) کی زبانی سنا ہوا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں۔یہ راوی حاجی عبدالنبی قادری رضوی امام احمد رضا بریلوی کے مرید تھے۔اور یہ واقعہ امام احمد رضا بریلوی کے آخری ایامِ حیات

کا ہے۔ علامہ نور احمد قادری لکھتے ہیں:

''ہوا یوں تھا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا سلطان الہند خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیری کی خانقاہ میں عرسِ غریب نواز کے موقعہ پر وعظ ہوا کرتا تھا اور اس وعظ کا اہتمام خود خانقاہ شریف کے ''دیوان'' صاحب کیا کرتے تھے۔ جس میں علما و فضلا دور دور سے آ کر وعظ سننے کے لئے شرکت کرتے۔ بعض دفعہ دکن کے حکمران نظام دکن میر محبوب علی خان اور میر عثمان علی خاں بھی اس وعظ میں شریک ہوتے رہے۔ اعلیٰ حضرت کا وعظ سننے کے لئے بے شمار خلقت وہاں ہوا کرتی۔

اس مرتبہ جب اعلیٰ حضرت بریلی شریف سے اجمیر شریف عرسِ خواجہ غریب نواز میں حاضری کے لئے جانے لگے تو ان کے ہمراہ دس گیارہ ان کے مریدین بھی تھے۔ انہیں میں ایک راقم الحروف کے استاد محترم مولانا شاہ عبدالرحمٰن قادری جے پوری تھے، جو اعلیٰ حضرت کے شاگرد بھی تھے اور خلیفہ بھی۔ اور دوسرے خود راقم الحروف کے دادا محترم حضرت حاجی عبدالنبی قادری تھے۔ بقیہ اور حضرات تھے۔

دہلی سے اجمیر شریف تک جانے کے لئے ''بی بی اینڈ سی آئی آر'' ریل چلا کرتی تھی۔ دورانِ سفر جب یہ ریل گاڑی ''پھلیرہ جنکشن'' پر پہنچتی تو قریب قریب مغرب کا وقت ہو جاتا تھا۔ ''پھلیرہ'' اس دور کے ہند کا بہت بڑا ریلوے جنکشن ہوا کرتا تھا۔ جہاں سانبھر، جودھ پور اور بیکانیر سے آنے والی گاڑیوں کا بھی کراس ہوا کرتا تھا۔ ان تمام دوسری لائنوں سے آنے والے مسافر اجمیر شریف جانے کے لئے اسی میل گاڑی کو پکڑتے تھے اس لئے یہ میل گاڑی پھلیرہ اسٹیشن پر تقریباً چالیس منٹ ٹھہرا کرتی تھی۔ خود راقم الحروف نے بھی پارٹیشن (۱۹۴۷ء) سے قبل کے دور میں اجمیر شریف حاضری دینے کے لئے اسی گاڑی سے کئی بار سفر کیا، اور پھلیرہ جنکشن کا حال دیکھا۔

بہر کیف! جب اعلیٰ حضرت سفر کر رہے تھے تو پھلیرہ جنکشن پر پہنچتے ہی مغرب کی نماز کا وقت ہو گیا۔ اعلیٰ حضرت نے اپنے ساتھ والے مریدین سے فرمایا کہ نماز مغرب کے لئے جماعت پلیٹ فارم پر ہی کر لی جائے۔ چنانچہ چادریں بچھا دی گئیں اور لوگوں میں سے جن کا وضو نہ تھا انہوں نے تازہ وضو کر لیا۔

اعلیٰ حضرت ہر وقت باوضو رہتے، چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ میرا وضو ہے، اور امامت کے لئے آگے بڑھے۔ اور پھر فرمایا کہ آپ سب لوگ پورے اطمینان کے ساتھ نماز ادا کریں۔ اِن

شاء اللہ گاڑی ہرگز اس وقت تک نہ جائے گی جب تک کہ ہم لوگ نماز پورے طور سے ادا نہیں کر لیتے ہیں۔ آپ لوگ قطعاً اس بات کی فکر نہ کریں اور پوری یکسوئی کے ساتھ نماز ادا کریں۔

یہ فرما کر اعلیٰ حضرت نے امامت کرتے ہوئے نماز پڑھنا شروع کر دی۔ مغرب کے فرض کی جب ایک رکعت ختم کر چکے تو ایک دم گاڑی نے وہشل (Whistle) دے دی۔ پلیٹ فارم پر دیگر بکھرے ہوئے مسافر تیزی کے ساتھ اپنی اپنی سیٹوں پر گاڑی میں سوار ہو گئے مگر آپ کے پیچھے نمازیوں کی یہ جماعت پورے استغراق کے ساتھ نماز میں اسی طرح برابر مشغول رہی۔ دوسری رکعت مغرب کے فرض کی ہو رہی تھی کہ گاڑی نے اب تیسری اور آخری وہشل بھی دے دی۔ مگر ہوا کیا کہ ریل کا انجن آگے کو نہ سرکتا تھا۔ میل (Mail) گاڑی تھی کوئی معمولی پسنجر گاڑی نہ تھی، اس لئے ڈرائیور اور گارڈ سب پریشان ہو گئے کہ آخر یہ ہوا کیا کہ گاڑی آگے نہیں جاتی؟ کسی کی سمجھ میں نہیں آیا۔ انجن کو ٹیسٹ کرنے کے لئے ڈرائیور نے گاڑی کو پیچھے کی طرف ڈھکیلا تو گاڑی پیچھے کی سمت چلنے لگی۔ انجن بالکل ٹھیک تھا، مگر جب ڈرائیور اسی انجن کو آگے کی طرف ڈھکیلتا تو انجن رک جاتا تھا۔

آخر اتنے میں اسٹیشن ماسٹر جو انگریز تھا اپنے کمرہ سے نکل کر پلیٹ فارم پر آیا اور اس نے ڈرائیور سے کہا کہ انجن کو گاڑی سے کاٹ کر دیکھو۔ آیا چلتا ہے یا نہیں؟ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ انجن کو گاڑی سے کاٹ کر جب چلایا تو بخوبی پوری رفتار سے چلا۔

کوئی بھی خرابی اس میں نظر نہ آئی۔ مگر جب ریل کے ڈبوں کے ساتھ جوڑ کر اسی انجن کو چلایا گیا تو وہ پھر اسی طرح جام ہو گیا، اور ایک انچ بھی آگے کو نہ چلا۔ ریل کا ڈرائیور اور سب لوگ بڑے حیران و پریشان کہ آخر یہ ماجرا کیا ہے کہ انجن ریل کے ساتھ جڑ کر آگے کو نہیں جاتا؟

اسٹیشن ماسٹر نے گارڈ سے پوچھا جو نمازیوں کے قریب ہی کھڑا تھا کہ یہ کیا بات ہے کہ انجن الگ کرو تو چلنے لگتا ہے اور ڈبوں کے ساتھ جوڑو تو بالکل پٹری پر جام ہو کر رہ جاتا ہے؟ وہ گارڈ مسلمان تھا۔ اس کے ذہن میں بات آ گئی، اس نے اسٹیشن ماسٹر کو بتایا کہ سمجھ میں یہ آتا ہے کہ یہ بزرگ جو نماز پڑھا رہے ہیں کوئی بہت بڑے ولی اللہ معلوم ہوتے ہیں، یقیناً اس کے علاوہ اور کوئی ٹیکنیکل وجہ نہیں۔

اب جب تک کہ یہ بزرگ اور ان کی جماعت نماز ادا نہیں کر لیتی یہ گاڑی مشکل ہے کہ

چلے۔ یہ خداے تعالیٰ کی طرف سے ان ولی اللہ کی کرامت معلوم ہوتی ہے۔بس اب ان کے نماز ادا کرنے تک تو انتظار ہی کرنا پڑے گا۔

اسٹیشن ماسٹر کو یہ بات سمجھ میں آ گئی اور وہ کہنے لگا کہ بلاشبہ یہی بات معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ نمازیوں کی جماعت کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔نماز میں اعلیٰ حضرت کا اور ان کے مریدین کا اس قدر استغراقِ عبادت اور خشوع وخضوع کا یہ روح پرور منظر دیکھ کر وہ بے حد متأثر ہوا۔انگریزی اس کی مادری زبان تھی مگر وہ اردو اور فارسی کا بھی ماہر تھا اور بے تکلف اردو میں کلام کرتا تھا۔گارڈ کے ساتھ اس کی یہ ساری گفتگو اردو ہی میں تھی۔

غرض اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نے سلام پھیرا اور باآوازِ بلند درود شریف پڑھ کر دعا مانگنے میں مصروف ہو گئے۔ جب یہ دعا سے فارغ ہوئے تو آگے بڑھ کر نہایت ادب کے ساتھ اسٹیشن ماسٹر (انگریز) نے اردو ہی میں عرض کیا کہ

حضرت! ذرا جلدی فرمائیں، یہ گاڑی آپ ہی کی مصروفیتِ عبادت کے سبب چل نہیں رہی ہے۔

اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ:

بس ابھی نماز پڑھ کر ہم لوگ تھوڑی دیر میں فارغ ہوں گے اور اِن شاءاللہ پھر گاڑی چلے گی۔آپ جانتے ہیں کہ یہ نماز کا وقت ہے،کوئی بھی سچا مسلمان نماز قضا نہیں کر سکتا۔نماز ہر مسلمان پر فرض ہے۔فرض کو کیسے چھوڑا جائے؟ گاڑی اِن شاءاللہ نہیں جائے گی، جب تک ہم لوگ اطمینان کے ساتھ نماز ادا نہیں کر لیتے۔

اسٹیشن ماسٹر پر اسلام کی روحانی ہیبت طاری ہو گئی۔

اعلیٰ حضرت اور ان کے مریدین نے سکون کے ساتھ جب نماز پورے طور پر ادا کر لی اور دعا پڑھ کر فارغ ہوئے تو اعلیٰ حضرت نے پاس ہی کھڑے ہوئے انگریز اسٹیشن ماسٹر سے فرمایا کہ: اِن شاءاللہ اب گاڑی چلے گی۔ہم سب لوگ نماز سے فارغ ہو گئے ہیں۔

یہ کہا اور مع اپنے سب ہمراہیوں کے گاڑی میں بیٹھ گئے۔گاڑی نے سیٹی دی اور چلنے لگی۔اسٹیشن ماسٹر نے اپنے انداز میں سلام کیا اور آداب بجا لایا۔مگر اس واقعۂ کرامت کا اس کے ذہن اور دل پر بڑا گہرا اثر پڑا۔

بہر کیف! گاڑی کے ساتھ اعلیٰ حضرت اور ان کے یہ چند مریدین تو اجمیر شریف روانہ

ہو گئے مگر اسٹیشن ماسٹر سوچ میں پڑ گیا۔رات بھر وہ اسی غور وفکر میں رہا،اس کو نیند نہ آئی۔صبح اٹھا تو چارج اپنے ڈپٹی کے حوالہ کر کے اپنے افرادِ خاندان کے ساتھ حاضری کے لئے اجمیر شریف کو چل پڑا،تا کہ وہاں درگاہِ خواجہ غریب نواز میں حاضر ہو کر اعلیٰ حضرت کے دستِ مبارک پر اسلام قبول کرے۔

جب اجمیر شریف پہنچا تو دیکھا کہ درگاہ شریف کی شاہجہانی مسجد میں اعلیٰ حضرت کا ایمان افروز وعظ ہو رہا ہے۔وہ وعظ میں شریک ہوا۔بیان سنا،اور جب وعظ ختم ہوا تو قریب پہنچ کر اس نے اعلیٰ حضرت کے ہاتھ چوم لیے،اور عرض کیا کہ:

جب سے آپ پھلیرہ اسٹیشن سے ادھر روانہ ہوئے ہیں،میں اس قدر بے چین ہوں کہ مجھے سکون نہیں آتا۔

آخر اپنے افرادِ خاندان کے ہمراہ یہاں حاضر ہو گیا ہوں اور اب آپ کے دستِ مبارک پر اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں۔آپ کی یہ روحانی کرامت دیکھ کر مجھے اسلام کی آسمانی صداقت کا یقین کامل ہو گیا ہے۔اور مجھے پتہ چل گیا ہے کہ بس اسلام ہی خدائے تعالیٰ کا سچا دین ہے۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی نے ہزار ہا زائرینِ دربارِ خواجہ غریب نواز کے سامنے اس انگریز کو اور اس کے نو افرادِ خاندان کو وہیں کلمہ پڑھایا اور مسلمان کیا۔اور خود اس کا اسلامی نام بھی غوث پاک کے نام پر عبدالقادر رکھا۔اس کا انگریزی نام رابرٹ (Robert) تھا اور وہ رابرٹ صاحب کے نام سے مشہور تھا۔آپ نے اس کو مسلمان کرنے کے بعد سلسلۂ قادریہ میں اپنا مرید بھی کیا اور پھر ہدایت فرمائی کہ:

ہمیشہ اتباعِ سنت کا خیال رکھنا۔نماز کسی وقت نہ چھوڑنا،نماز روزہ کی پابندی بہت ضروری ہے۔اور جب موقعہ ملے تو حج پہ بھی ضرور جانا اور زکوٰۃ ادا کرنا اور ہمیشہ خدمتِ دین کا خیال رکھنا اس لئے کہ اسلام کا پھیلانا بھی قرآن پاک نے ہر مسلمان کے لئے ضروری قرار دیا ہے۔اپنے وطن بھی جب جاؤ تو ہاں بھی دین کو پھیلانے کی خدمت انجام دینا۔یہ بہت بڑی سعادت ہے۔اب خود بھی قرآن پاک کی تعلیم حاصل کرو اور اپنے تمام افرادِ خاندان کو بھی قرآن پاک کی تعلیم دلواؤ۔

غرض آپ نے اسلام اس کے دل میں اتار دیا۔اور اپنی عارفانہ جنبش نگاہ سے اس کے شیشۂ

دل کو عشقِ رسول پاک (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے عطر سے بھر کر اس کی روح کو مہکا دیا۔ وہ اسلام کا شیدا و وارفتہ ہو گیا۔

اس انگریز کے اس قبولِ اسلام کا یہ واقعہ اس وقت کا ایک اہم واقعہ تھا، اس لئے کہ یہ انگریز کوئی معمولی درجہ کا انگریز نہ تھا بلکہ ایسے گھرانے کا فرد تھا جس کے بہت سے افراد ہندوستان میں اور اسی طرح انگلستان میں مناصبِ جلیلہ پر فائز تھے۔ اہلِ علم اور باوقار لوگ تھے اور عیسائی مشن کی بڑی سرپرستی کیا کرتے تھے۔

اس انگریز کے مع افرادِ خاندان مسلمان ہو جانے کے اس واقعہ سے عیسائی مشنریوں کے جرگہ میں ہل چل پڑ گئی۔ مذہب کے میدان میں ان کی بوئی ہوئی ساری سفید کپاس جل گئی۔ یعنی گورے گھبرا گئے۔ ان کے پادری بوکھلا گئے۔ یہ کیا کم انقلابی واقعہ تھا۔

پھر اس نومسلم انگریز نے جیسا کہ بزرگوں نے بتایا، زندگی بھر اسلام کی بڑی خدمت کی۔ وہ قرآن کریم ختم کرنے کے بعد ہندوستان سے وطن واپس لوٹ گیا، اور وہاں جا کر اسلام کی خدمت کے لئے وقف ہو گیا۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی روحانی کرامت اور عارفانہ جنبش نگاہ نے اس کی ساری کایا پلٹ دی۔ اسے آشنائے عشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کر کے کام کا آدمی بنا دیا۔ منزل پر پہنچا دیا اور اس کو ملتِ اسلامیہ کا ایک مستحکم ستون بنا دیا۔ (ص ۱۵۷ تا ۱۶۱۔ سالنامہ معارفِ رضا کراچی۔ مطبوعہ ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۳ء۔ از ادارہ تحقیقات امام احمد رضا۔ کراچی)

اسی روحانی نسبت و تعلق کا ثمرہ تھا کہ جب امام احمد رضا حنفی قادری برکاتی بریلوی کا وصال (۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) ہوا تو ملک کے مختلف شہروں کی طرح سرکارِ اعظم اجمیرِ معلیٰ میں بھی اہتمام کے ساتھ آپ کی فاتحۂ سوم کی تقریبات منعقد ہوئیں۔

چنانچہ حضرت سید غلام علی مرحوم و مغفور خادم درگاہ اجمیر شریف اسی سلسلے میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

"۲۵ ر صفر مطابق ۲۸ ر اکتوبر یوم جمعہ (۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کو بوقت شب سید حسین علی صاحب ولد سید صدیق علی صاحب وکیل جناب نواب صاحب بہادر والی ریاستِ جاورہ و خادمِ درگاہِ معلیٰ سرکار اعظم اجمیر شریف کے نام ایک تار مرسلہ حضرت قبلہ مولانا مولوی شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب بریلی سے آیا۔ جس میں تحریر تھا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ کا وصال ہو گیا۔ اس حادثۂ ہوشربا کو معلوم کر کے تمام مریدین و معتقدین کو جو اور جتنا رنج و الم ہوا اس کا حال تو عالم الغیب ہی خوب جانتا ہے۔

اس حادثہ کی سب احباب کو اطلاع دی گئی اور سید حسین علی صاحب نے فاتحۂ سوم کا انتظام کیا۔اور اول بروز اتوار ۲۸ر صفر کو آستانۂ عالیہ حضور خواجۂ خواجگاں سرکارِ اعظم خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ کے دروازہ جنوب واقع دالان نواب ارکاٹ بعد نمازِ صبح قرآن خوانی ہوئی۔جس میں چند صاحب زادگان و چند مدرسین اور طلباے مدرسہ معینیہ عثمانیہ و مدرسین معینیہ اسلامیہ ہائی اسکول شریک رہے۔اس کے بعد ڈھائی بجے موافق قاعدۂ صاحبزادگانِ درگاہ معلیٰ ختم فاتحۂ سوم کے واسطے شرقی دروازہ صحنِ درگاہ معلیٰ میں آکر ختم کیا گیا۔

اس وقت علاوہ صاحبانِ مذکور کے حضرت جناب میر سید نثار احمد صاحب قبلہ متولیِ درگاہ اور چند اشخاص مدرسہ حنفیہ صوفیہ و یتامیٰ اجمیر شریف بہ تعدادِ کثیر شریک تھے۔بعدِ ختم تبرک تقسیم ہوا۔اور اس طرح اعلیٰ حضرت مجدد مأة حاضرہ مولانا مولوی شاہ احمد رضا خاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی فاتحۂ سوم سرکارِ اعظم اجمیر شریف میں کی گئی۔

(دبدبۂ سکندری رام پور۔مورخہ ۷ر نومبر ۱۹۲۱ء)

☆☆☆

مناقبِ خواجۂ ہند

از: بہادر شاہ ظفر

تم ہوائے خواجہ، معینِ سرورانِ حق پرست   تم ہو رمز آگاہِ کن اور واقفِ سرِ اَلست
تم مددگارِ ظفر ہو کیوں ظفر کو ہو شکست   پر فلک کی دیکھ گردش کانپتے ہیں پاو دست

یا معین الدین چشتی دستگیری لازم ست

راہِ دنیا ہے بلند و پست اور پُر پیچ و خم   جا بجا اس میں گلِ اندیشہ اور لالائے غم
ہر قدم پر خوف سے کرتا ہے سو لغزش قدم   استقامت کو بہت ہے آپ کا دستِ کرم

یا معین الدین چشتی دستگیری لازم ست

گر رہے ہیں کوہ سے سر پر مرے بارِ گناہ   اور میں عاجز نحیف و ناتواں مانندِ کاہ
وقت تاریکی ہے اور ہر گام پر تاریک چاہ   ظلمت آبادِ جہاں میں پھرتا ہوں گم کردہ راہ

یا معین الدین چشتی دستگیری لازم ست

نشۂ غفلت سے پھر بدمست ہوں میں بے عمل   جوشِ مستی سے ہے پائے ہوشیاری میں خلل
ہوں گرا پڑتا برنگِ اشکِ مژگاں سر کے بل   دستگیری گر تمہاری ہو تو میں جاؤں سنبھل

یا معین الدین چشتی دستگیری لازم ست

یہ ہے باغِ خلد روضہ پر تمہارے گل فروش   جس کے ہر گل میں ہے بوئے بادۂ وحدت کا جوش
اک لپٹ میں سینکڑوں بیہوش ہوں جو بادہ نوش   اور یہی کہتے ہیں پھر جب کچھ نہیں آتا ہے ہوش

یا معین لدین چشتی دستگیری لازم ست

آستاں بوسی کا مجھ کو شوق تو ہے اس قدر	پر کروں کیا میں ہوں بے طاقت قدم سے سر بسر
اڑ کے میں پہنچوں ابھی میرے اگر ہوں بال و پر	ہے تمہاری ہی فقط چشمِ عنایت پر نظر

یا معین الدین چشتی دستگیری لازم ست

وہ تمہارا نورِ باطن ہے کہ خورشیدِ منیر	روبرو ہے اس کے ذرہ بلکہ ذرہ سے حقیر
تم پہ روشن ہے کہ میں اے خواجۂ روشن ضمیر	دو جہاں میں جانتا ہوں تم کو اپنا دست گیر

یا معین الدین چشتی دستگیری لازم ست

طوف کرتا ہے تمہارے آستاں کا آسماں	کعبۂ اہلِ صفا ہو قبلہ گاہِ مقبلاں
خواجۂ ہر دو جہاں ہو شاہِ شاہانِ جہاں	آپ کا دستِ حمایت چھوڑ کر جاؤں کہاں؟

یا معین الدین چشتی دستگیری لازم ست

بحرِ غم میں یہ ظفر جوں موج ہو کر بے قرار	مارتا ہے دست و پا، تا ہاتھ آ جاوے کنار
پر کنارہ دور ہے اور ہے تلاطم بے شمار	چاہتا ہے دستگیری، ہے یہ وقتِ اضطرار

یا معین الدین چشتی دستگیری لازم ست

☆☆☆

از: مولانا حسن رضا بریلوی

(برادرِ عزیز امام احمد رضا قادری بریلوی)

خواجۂ ہند وہ دربار ہے اعلیٰ تیرا	کبھی محروم نہیں مانگنے والا تیرا
ہے تری ذات عجب بحرِ حقیقت پیارے	کسی تیراک نے پایا نہ کنارا تیرا
زورِ پامالیِ عالم سے اسے کیا مطلب؟	خاک میں مل نہیں سکتا، کبھی ذرہ تیرا
گلشن ہند ہے شاداب کلیجے ٹھنڈے	واہ! اے ابرِ کرم زور برسنا تیرا
کیا مہک ہے کہ معطر ہے دماغ عالم	خطۂ گلشنِ فردوس ہے روضہ تیرا
تیرے ذرہ پہ معاصی کی گھٹا چھائی ہے	اس طرف بھی کبھی اے مہر ہو، جلوہ تیرا
پھر مجھے اپنا درِ پاک دکھا دو پیارے	آنکھیں پُرنور ہوں پھر دیکھ کے جلوہ تیرا
تجھ کو بغداد سے حاصل ہوئی وہ شان رفیع	دنگ رہ جاتے ہیں سب دیکھ کے رتبہ تیرا
کیوں نہ بغداد میں جاری ہو تیرا چشمۂ فیض	بحر بغداد کی ہے نہر ہے دیا تیرا
کرسی ڈالی تری تختِ شہِ جیلاں کے حضور	کتنا اونچا کیا اللہ نے رُتبہ تیرا
تجھ میں ہیں تربیتِ خضر کے پیدا آثار	بحر و بر میں ہمیں ملتا ہے سہلا تیرا
خفتگانِ شبِ غفلت کو جگا دیتا ہے	سالہا سال وہ راتوں کو نہ سونا تیرا
محی دیں غوث ہیں اور خواجہ معین دیں ہیں	اے حسن کیوں نہ ہو محفوظ عقیدہ تیرا

☆☆☆

از: محدثِ اعظمِ ہند سید محمد اشرفی جیلانی کچھوچھوی

غریب آئے ہیں در پر ترے، غریب نواز	کرو غریب نوازی مرے غریب نواز
تمہارے در کی کرامت یہ بارہا دیکھی	غریب آئے یہاں، ہوگئے غریب نواز
تمہاری ذات سے میرا بڑا تعلق ہے	کہ میں غریب بڑا ہم بڑے غریب نواز
لگا کے آس بڑی دور سے میں آیا ہوں	مسافروں پہ کرم کیجیے غریب نواز
نہ کوئی مجھ ساگدا ہے نہ تم ساکوئی کریم	نہ در سے اٹھوں گا بے کچھ لیے غریب نواز
حضور اشرف سمناں کے نام کا صدقہ	ہماری جھولی کو بھر دیجیے غریب نواز
زمانہ بھر سے مجھے کردیا غنی سید	میں صدقہ جاؤں تری جوگ کے غریب نواز

☆☆☆

از: سید عبد الحق چشتی رضوی امجدی اعظمی

تصویرِ محمد ہے، چہرہ مرے خواجہ کا	کعبہ ہے فقیروں کا روضہ مرے خواجہ کا
جس کو نہ یقیں آئے، وہ اجمیر چلا جائے	بٹتا ہے وہاں گھر گھر صدقہ مرے خواجہ کا
جنت کے نظاروں کو، خاطر میں میں کیا لاؤں؟	نظروں میں سمایا ہے روضہ مرے خواجہ کا
دیکھو تو سخاوت میں، کیا شان ہے خواجہ کی	کھاتے ہیں شہنشہ بھی ٹکڑا مرے خواجہ کا
نظروں میں نہیں بھاتی کونین کی سلطانی	شاہوں سے بھی افضل ہے منگتا مرے خواجہ کا
کعبہ کی طرف زاہد، میں کیسے پلٹ آؤں؟	سید نے بتایا ہے رستہ مرے خواجہ کا

☆☆☆

دارالقلم دھلی

بفضلہٖ تعالیٰ دارالقلم،ذاکرنگر،نئی دہلی۔۲۵(رجسٹرڈ) کے قیام سے ملک وبیرون ملک کے اکثر علماوطلبہ اوردینی وعلمی مطالعہ کا شوق رکھنے والے خواص وعوام بخوبی واقف ہیں۔(۱)قادری مسجد(۲)لائبریری(۳)اسلامک ریسرچ اکیڈمی(۴)دارالتصنیف والتالیف(۵)دارالترجمہ(۶)ٹریننگ سینٹر(۷)دارالاشاعت(۸)میگزین(۹)سیمنارہال(۱۰)مطالعۂ مذاہب(۱۱)دعوت واصلاح(۱۲)رابطہ علماے ہند(۱۳)عالمی رابطہ(۱۴)مہمان خانہ جیسے اہم شعبوں پر مشتمل دارالقلم مستقبل قریب میں اہل سنت کے عظیم تحقیقی وتصنیفی مرکزاورتاریخ سازادارہ کی حیثیت سے بین الاقوامی شہرت بھی حاصل کرے گا۔ان شاء اللّٰہ۔

مطبوعات دارالقلم دہلی

(۱)قرآن اور جہاد	=20	(۲)تعارف اہل سنت	=15
(۳)تین برگزیدہ شخصیتیں	=60	(۴)مسائل توسل وزیارت	=30
(۵)امام احمد رضا!ارباب علم ودانش کی نظر میں	=60	(۶)خصائص رسول	=40
(۷)پیغام حجاز	=15	(۸)تین طلاق کا شرعی حکم	=20
(۹)موئے مبارک	=22	(۱۰)سواد اعظم	=20
(۱۱)جشن میلاد النبی	=20	(۱۲)خاک حجاز	=20
(۱۳)امام احمد رضا اور جدید افکار وتحریکات	=90	(۱۴)انگریز نوازی کی حقیقت	=60
(۱۵)آیات جہاد کا قرآنی مفہوم	=15	(۱۶)امام احمد رضا اور رد بدعات ومنکرات	=140
(۱۷)چند علماے انقلاب(۱۸۵۷ء)	=60	(۱۸)قائد جنگ آزادی علامہ فضل حق خیرآبادی	=60
(۱۹)علماوقائدین جنگ آزادی(۱۸۵۷ء)	=15	(۲۰)۱۸۵۷ء،پس منظر وپیش منظر	=100
(۲۱)اصلاح وفکر واعتقاد	=140	(۲۲)مسلم پرسنل لا کا تحفظ	=40
(۲۳)پیغام عمل	=40	(۲۴)نقوش فکر(جلد اول ودوم)	=500

تاجران کتب خصوصی رعایت کے ساتھ مندرجہ بالا کتب حاصل کریں۔عام قارئین بذریعۂ منی آرڈر مطلوبہ کتب کی پچیس فصد رقم پیشگی ارسال کرکے وی پی سے کتابیں منگائیں۔

جملہ خط وکتابت وترسیل زر کا پتہ

دارالقلم۔قادری مسجد روڈ،ذاکرنگر(جوگابائی ایکسٹنشن)نئی دہلی۔۲۵